

صدی کے مجدّد

تالیف

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین فاضل بہار
سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) لاہور (پاکستان)



وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، جگر گوشہ مفسر اعظم ہند، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری**

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit



www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

چودھویں صدی کے مجدد

تالیف

ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین فاضل بہار
(سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ)

مرکزی مجلس رضا، لاہور

سلسلۂ مطبوعات مرکزی مجلسِ رضا، لاہور
(۷۳)

کتاب ــــــــ چودھویں صدی کے مجدّد
مؤلف ــــــــ علّامہ محمّد ظفر الدّین بہاری
تقدیم و تحشیہ ــــــــ محمّد جلال الدّین قادری
کتابت ــــــــ مولانا شاہ محمّد چشتی سیالوی
تصحیح ــــــــ ظہور الدّین خاں
صفحات ــــــــ ۷۲
اشاعتِ اوّل ــــــــ محرم الحرام ۱۴۰۶ھ / ستمبر ۱۹۸۶ء
تعداد ــــــــ چار ہزار
مطبع ــــــــ محمود ریاض پرنٹرز، لاہور
ناشر ــــــــ مرکزی مجلسِ رضا، لاہور
ہدیہ ــــــــ دعائے خیر بحقِ معاونین مجلسِ رضا، لاہ

ملنے کا پتا
مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶

نوٹ: بیرون جات کے حضرات دو روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب

فہرس

تقدیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دنیا والے جب آسمانی ہدایت کو بھلا کر گمراہی میں پڑ جاتے ہیں اور یہ دنیا رشد و ہدایت کی بجائے فساد و ضلالت کی آماجگاہ بن جاتی ہے تو حضور پُر نور جانِ رحمت سراپا ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد :-

ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا امر دینھا۔

(سنن ابو داؤد شریف)

کے مطابق ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالےٰ مجدد پیدا کرتا ہے جو تجدید و احیائے دین کا نہایت اہم فریضہ انجام دیتا ہے، سب سے پہلے تجدید کا مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے تاکہ مجدد کا منصب اور اس کا دائرۂ کار اور اختیار سمجھنے میں آسانی ہو۔

سراجِ منیر میں ہے :-

معنی التجدید الاحیاء مما اندرس من العمل بالکتاب والسنۃ والامر بمقتضاھا۔

"یعنی تجدید دین سے مراد ہے کتاب و سنت کا زندہ کرنا جو مٹتا جا رہا ہو اور کتاب و سنت کی منشا کے مطابق حکم جاری کرنا۔"

علامہ مناوی لکھتے ہیں :-

ای یبین السنۃ من البدعۃ ویذل اھلہا

" یعنی مجدد سنت کو بدعت سے علیحدہ کرتا ہے اور اہلِ بدعت کو ذلیل کرتا ہے۔"

علمائے کرام کی تصریحات کے مطابق مجدد کا کام سنت کو بدعت سے ہدایت کو ضلالت سے علیحدہ کرنا، حاملینِ شریعت و عاملینِ رشد و ہدایت کی امداد و اعانت اور اہلِ بدعت و ضلالت کی سرکوبی کر کے ان کو ذلیل و خوار کرنا ہے۔ یہی مجدد کا منصب ہے اور اس کا دائرۂ کار و اقتدار، ملتِ اسلامیہ کی ہمہ گیری ہے، مجدد کو طبیب و جراح کی طرح دُہری ذمہ داری سونپی جاتی ہے، زخمِ دل پر مرہم کاری اور محلِ فساد پر نشتر زنی ! یہ کس قدر اہم اور کس قدر تلخ ذمہ داری ہے جو مجدد کو سونپی جاتی ہے۔

ذرا ماضی میں جھانکئے اور دیکھئے کہ اسلام کے شجرِ طیبہ کو بیخ و بُن سے اکھاڑنے اور دین کی سرسبز و شاداب کھیتی کو اجاڑنے کے لئے کون کونسے فتنوں نے سر اٹھایا :

۱- حَکَم (ثالث) بنانا شرک ہے،
۲- حضرت علی رضی اللہ عنہ شریکِ نبوت تھے،
۳- قرآن مجید پورا محفوظ نہیں،
۴- روح ایک جسم سے، دوسرے جسم میں اس کا جانا (تناسخ) ممکن ہے،
۵- قرآنِ مجید مخلوق ہے،
۶- عرشِ عظیم قدیم ہے،
۷- بندہ اپنے افعال کا خالق ہے،
۸- حساب و کتاب اور میزان کی کوئی حقیقت نہیں،

۹- زکوٰۃ دینا فرض نہیں،

۱۰- اہلِ جنت کے لئے سونا، مرنا دونوں ہوں گے،

۱۱- بندہ مجبور محض ہے،

۱۲- ایمان کے بعد کوئی چیز فرض نہیں،

۱۳- شیطان کا کوئی وجود نہیں،

۱۴- عذابِ قبر، منکر، نکیر کا سوال، حوضِ کوثر، ملک الموت کی کوئی حقیقت نہیں،

۱۵- صفاتِ الٰہی مخلوق ہیں،

۱۶- صفاتِ الٰہی حادث ہیں،

۱۷- حق تعالیٰ مکان میں ہے،

۱۸- پلصراط کی کوئی حقیقت نہیں،

۱۹- جنت و دوزخ قیامت کے دن ہی پیدا کئے جائیں گے۔

۲۰- جنت و دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے،

۲۱- جو صرف لا الٰہ الا اللہ کہہ لے اور جو چاہے کرتا رہے اس پر عذاب نہ ہوگا،

۲۲- انبیاء علیہم السلام محض نظامِ خلق کو برقرار رکھنے کے لئے عذاب و سزا کا ذکر کرتے ہیں، اللہ تعالےٰ عذاب کرنے سے بے نیاز ہے،

۲۳- اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اطاعت سے مقبول اور نافرمانی سے گنہگار نہیں ہوتا،

۲۴- عملِ صالح کا دوسرا نام ایمان ہے، وغیر ذلک من الخرافات،

ان سب فتنوں کو دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ اسلام باقی رہے گا مگر ایسے ماحول میں وہ لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے محض رضائے الٰہی و رضائے رسالت پناہی (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر ہر قسم کے فتنوں کا مقابلہ کیا، اپنی جان و مال، عزت و آبرو

کو قربان کیا، ہزار ہا مصائب و آلام کو برداشت کیا، اپنوں اور غیروں کی مخالفتوں کو برداشت کیا مگر دینِ حنفہ کی حفاظت اس انداز اور شان سے کی کہ حق و باطل میں خطِ امتیاز کھنچ گیا اور سنت سے بدعت اور ہدایت سے ضلالت الگ ہو گئی، انہی نفوسِ قدسیہ کی مساعئ جمیلہ کا صدقہ ہے کہ حق کا بول بالا ہوا اور باطل کا منہ کالا۔

اب چودھویں صدی میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ایک طائرانہ جائزہ لیجئے:۔

۱۔ اللہ تعالےٰ جہت، زمان و مکان سے پاک نہیں،
۲۔ اللہ تعالےٰ کذب (جھوٹ) اور دوسرے نقائص و عیوب پر قادر ہے،
۳۔ نبی کی حیثیت گاؤں کے چودھری کی سی ہے۔
۴۔ انبیاءِ کرام اور اولیاءِ عظام محض ذرۂ ناچیز اور خدا کے سامنے ذلیل و خوار ہیں،
۵۔ انبیاءِ کرام کی عظمت گھٹانا اور ان کو بڑا بھائی سمجھنا اصل ایمان و توحید ہے،
۶۔ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ہونا ممکن ہے،
۷۔ باعثِ تخلیقِ کائنات حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال نماز میں آجائے تو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے،
۸۔ اللہ تعالےٰ کا علم اس کی اپنی مشیت پر موقوف ہے، جب چاہے دریافت کر لے،
۹۔ شیطان کا علم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم سے بڑھ کر ہے،
۱۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی اور الہام میں غلطی کا امکان تھا،
۱۱۔ نبی شریر، مکار، بدعقل، فحش گو ہو سکتا ہے،
۱۲۔ اپنی جھوٹی نبوت کو سچا ثابت کرنے کے لئے سچے نبیوں کو جھٹلایا گیا،
۱۳۔ مقدس انبیاءِ کرام کی اعلیٰ بارگاہوں میں ناپاک گالیاں دی گئیں،
۱۴۔ صرف لا الٰہ الا اللہ ہی مدارِ نجات ہے، اسلامی شعائر پر عمل ضروری نہیں،

۱۵۔ حشر و نشر، حساب و کتاب، پل صراط، جنت و دوزخ، میزان، ملک الموت، شیطان، ملائکہ وغیرہ بے حقیقت اشیاء ہیں،

۱۶۔ قرآنِ مجید کی تفسیر اپنی رائے سے کی گئی تاکہ اسلام دشمن طاقتیں راضی ہو جائیں،

۱۷۔ تقلیدِ ائمۂ اربعہ شرک ہے اور مقلدین مشرک ہیں،

۱۸۔ ائمۂ فقہ سے آزاد رہ کر اپنی فقہ کو لوگوں پر مسلط کیا گیا،

۱۹۔ خالص دین میں نیچریت، دہریت، صلح کلیت وغیرہ کی پیوند کاری کی گئی،

۲۰۔ حضورِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا صرف مرتبہ و مقام کے لحاظ سے ہے نہ جہتِ زمانی کے اعتبار سے، اس اصولِ مردود کو وضع کر کے حضور کی ختمی مرتبت کے زمانہ میں اور آپ کے بعد نئے نبی کے آنے کو ممکن بتایا گیا،

۲۱۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم چوپائیوں اور جانوروں کے علم جیسا ہے،

۲۲۔ تمام لوگوں سے محبت کرنا ضروری ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، صابی ہوں یا عیسائی، مجوسی ہوں یا یہودی، نیک ہوں یا بد،

۲۳۔ حاکمِ وقت کی اطاعت ہر حال میں فرض ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس طرح برِّصغیر پر مسلّط ظالم و غاصب انگریز کی حکومت کو رحمت کہا گیا،

۲۴۔ ہندوؤں کی محبت میں اس طرح غلو کیا گیا کہ ان کو اپنا مقتدا بنا لیا گیا، ناپاک ہندوؤں کو پاک مسجدوں میں لا کر منبروں پر بٹھایا گیا، جمعہ کے خطبوں میں ناپاک ہندوؤں کی تعریف و توصیف کی گئی،

۲۵۔ ہندو مسلم امتیازات ختم کر کے متحدہ قومیت کی تشکیل کی جانے لگی، [۱]

---

[۱] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: حسام الحرمین، الصوارم الہندیہ، الحجۃ المؤتمنہ، فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات، فاضلِ بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں، ماہنامہ المیزان، بمبئی (امام احمد رضا نمبر) وغیرہا۔

پھر لطف کی بات یہ کہ ان عقائدِ باطلہ اور فتنِ منتشرہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا نام استعمال کیا گیا تاکہ عوام الناس پر اپنا تقدس بھی برقرار رہے۔ یہ وہ جال ہے جو ہم رنگِ زمین تھا، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کے بعد علماءِ اہلِ سنت اور مشائخِ طریقت کو ایک ایک کر کے تختۂ دار پر لٹکایا گیا، عوامِ اہلِ سنت کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کر کے خوفزدہ کیا گیا، حالات اتنے پیچیدہ تھے کہ عام آدمی کی سمجھ سے باہر تھے، المختصر اسلام کے وقار کو عظیم خطرہ درپیش تھا۔

چودھویں صدی کے ان فتنوں کا مقابلہ کرنے کا بارِ قدرت نے علماءِ عرب و عجم کے عظیم ممدوح، اسرارِ شریعت و طریقت کے حامل جلیل القدر عالم، اہلِ سنت کے امام مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) کے کندھوں پر ڈالا، منصبِ تجدید کا یہ انتخاب کتنا صحیح تھا؟ اس کا اندازہ کرنے کے لئے حرمین شریفین، بلادِ اسلامیہ اور برصغیر کے جلیل القدر علماء کی آراء جو فاضلِ بریلوی قدس سرہ سے متعلق ہیں، ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں عظیم آباد (پٹنہ) میں قاضی عبدالوحید علیہ الرحمۃ (م ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) رئیسِ پٹنہ کے زیرِ اہتمام ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں مشاہیر علماءِ اہلسنت کثیر تعداد میں تشریف فرما تھے، ان میں امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا قدس سرہ فاضلِ بریلوی بھی موجود تھے، جلسہ کی کارروائی "دربارِ حق و ہدایت" کے نام سے چھپی، اس میں فاضلِ بریلوی کا وعظ بھی چھپا جو رسالہ مذکورہ کے صفحہ ۱۰۵ سے ۱۲۸ تک درج ہے۔ ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب بہاری نے وہ وعظ اپنی کتاب "حیاتِ اعلیٰ حضرت" میں دوبارہ درج کر کے محفوظ کر دیا ہے۔ یہ اجلاس کئی لحاظ سے اہم تھا،

اسی اجلاس میں امامِ اہلِ سنت فاضلِ بریلوی نے "دو قومی نظریہ" کو قرآن وحدیث اور تاریخ و سیر کی روشنی میں واضح طور پر پیش کیا، یہ وعظ بعد کے علماء کے لئے ایک عظیم راہنما ثابت ہوا۔

اسی جلسہ میں حضرت مولانا عبدالمقتدر بدایونی نے فاضلِ بریلوی کو مشاہیر علماء و فضلاء کی موجودگی میں ان الفاظ سے یاد فرمایا :-

" جناب عالم اہلِ سنت مجددِ مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب[۱]"

دیگر علماء نے اس لقب کو بطیبِ خاطر قبول کیا، گویا کثیر علماءِ اعلام اور فضلاءِ عظام اور عوامِ اہلِ سنت کے عظیم الشان اجتماع میں اس امر پہ اجماع ہو گیا کہ فاضلِ بریلوی امام احمد رضا خاں قدس سرہ چودہویں صدی کے مجدد ہیں۔

ملک کے مشہور محقق ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد (ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی) پرنسپل گورنمنٹ سائنس کالج، سکرنڈ (سندھ) لکھتے ہیں :-

" فاضلِ بریلوی حضرتِ مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ العزیز (۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کو اپنے دور میں جو ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت ہوئی، غالباً معاصرین علماء و صوفیہ میں کسی کو حاصل نہ ہو سکی ۔۔۔۔۔۔۔۔"[۲]

دوسرے موقع پر فاضلِ بریلوی کے خلیفہ قاضی عبدالوحید عظیم آبادی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں :-

" آپ نے عظیم آباد (بہار) میں مدرسہ حنفیہ قائم کیا، اس مدرسہ کے پہلے سالانہ اجلاس میں حضرتِ فاضلِ بریلوی نے شرکت فرمائی، حضرت

---

[۱] دبدبۂ سکندری، رامپور، ۱۱ راکتوبر ۱۹۴۸ء، ص ۵

[۲] مقدمہ خلفائے اعلیٰ حضرت، (زیر طبع)

مولانا عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ نے اس اجلاس میں حضرت فاضل بریلوی کو "مجددِ مائۃِ حاضرہ" کے لقب سے پہلے پہل یاد کیا جس پر بعد میں علماءِ حرمین شریفین نے صاد کیا، مثلاً یہ علماء: شیخ موسےٰ علی شامی، شیخ حسن بن عبدالقادر، سید اسمٰعیل بن خلیل وغیرہم" [1]

حسام الحرمین، الدولۃ المکیہ اور دیگر تالیفاتِ فاضلِ بریلوی پر حرمین شریفین کے کثیر علماءِ اعلام نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو نہایت جلیل القدر خطابات و القابات سے نوازا، کتب خانۂ حرم کے محافظ سید اسمٰعیل بن خلیل نے تو یہاں تک فرمایا کہ :-

" علماءِ مکہ اُس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماءِ مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے" [2]

فاضلِ بریلوی قدس سرہ العزیز کو جن علماء و صوفیاء نے مجدد تسلیم کیا ان میں سے بعض کے اسماءِ گرامی زیرِ نظر مقالہ " چودھویں صدی کے مجدد "(از قلم فاضلِ بہار) میں درج ہیں، مزید چند فضلاءِ کرام کے اسماءِ گرامی یہ ہیں :-

۱۔ حضرت مولانا محمد عبدالحمید بہادر، ضلع ایٹہ
۲۔ سید حیدر شاہ قادری، معکرہ، بنگلور
۳۔ حضرت مولانا محمد عبدالحفیظ قادری، مفتی آنولہ، بریلی
۴۔ حضرت مولانا محمد عبدالاحد محدث سورتی
۵۔ حضرت مولانا حشمت علی خاں رضوی لکھنوی
۶۔ حضرت مولانا سید شفیع میاں قادری، مارہرہ، ضلع کھیڑہ

---

[1] مقدمہ خلفاءِ اعلیٰ حضرت (زیرِ طبع)

[2] حسام الحرمین مطبوعہ لاہور، ص ۵۲

۷۔ حضرت مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی
۸۔ حضرت مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی
۹۔ حضرت مولانا سید ظاہر شاہ میاں قادری مدین (سوات)
۱۰۔ حضرت مولانا عبدالستار خاں نیازی
۱۱۔ خطیبِ مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی، مدیرِ پاسبان، الہ آباد
۱۲۔ حضرت مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی وغیرہ [1]

حرمین شریفین کے جن علماء و مشائخ نے فاضلِ بریلوی کو مجدد کہا ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

۱۔ السید اسمٰعیل بن خلیل، محافظِ کتبِ حرم۔
آپ نے الدولۃ المکیہ پر تقریظ لکھتے ہوئے ۱۹ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۸ھ/ ۲۶ر جون ۱۹۱۰ء کو لکھا :۔

وبعد فان شیخنا العلامۃ المجدد شیخ الاساتذۃ علی الاطلاق المولوی الشیخ احمد رضا خان۔ [2]

اس سے پہلے حسام الحرمین پر تقریظ لکھتے ہوئے ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء میں آپ نے لکھا :۔

بل اقول لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھٰذا القرن

[1] مزید تفصیل کیلئے دیکھئے الصوارم الہندیہ، فاضلِ بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں، دفع التلبیسات وغیرہ
[2] الدولۃ المکیہ، مطبوعہ المکتبہ کراچی ۱۹۵۵ء، ص ۶

لکان حقا وصدقا ؎۱

۲۔ السید حسین بن علامہ عبدالقادر طرابلسی، مدرس مسجد نبوی نے لکھا ہے :۔

" علامہ کمال ماہر اور فہامہ مشہور، حامیٔ ملت طاہرہ، مجدد مائۂ حاضرہ، میرے استاذ اور میرے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں ۔۔۔۔۔" ؎۲

۳۔ السید احمد علی رامپوری مہاجر مدنی نے لکھا :۔

" علامہ فہامہ، محقق و مدقق، فاضل کامل، صاحب تصانیف کثیرہ، مجدد مائۂ حاضرہ، ہمارے شیخ و استاذ، ہمارے مولیٰ مولوی احمد رضا خاں ؎۳

۴۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مولانا عبدالحق الہ آبادی کے مشہور شاگرد مولانا محمد کریم اللہ مہاجر مدنی نے ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ/۱۷ جون ۱۹۱۱ء کو لکھا :۔

" امام بزرگ، محقق نکتہ رس، سیدی وملاذی، اس زمانہ کے مجدد، عبدالمصطفےٰ (ان پر روح و دل فدا ہوں) یعنی مولانا احمد رضا خاں ۔۔۔" ؎۴

۵۔ شیخ موسیٰ علی شامی الازہری مدنی نے یکم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹ فروری ۱۹۱۲ء کو لکھا :۔

" اماموں کے امام، اس امت کے دین کے مجدد اور یقین کے نور اور قلوب کے انوار کی تائید سے مؤید، شیخ احمد رضا خاں ۔۔۔۔۔ ؎۵

؎۱ حسام الحرمین ، ص ۵۱

؎۲ الدولۃ المکیہ ، ص ۸۲

؎۳ ایضاً ، ص ۱۰۴

؎۴ ایضاً ، ص ۱۵۸

؎۵ ایضاً ، ص ۴۶۲

علمار ومشائخ کی ان واضح تصریحات کی موجودگی میں یہ کہنا کہ فاضلِ بریلوی —— خود اپنے آپ کو مجدد کہتے تھے یا صرف عوام الناس ہی نے فاضل بریلوی کو مجدد کہا، صراحتً بددیانتی ہے، اس مغالطہ کے پھیلانے میں علامہ عبدالحی لکھنوی مشہور ہیں آپ نے لکھا:۔

یغلو کثیر من الناس فی شانہ فیعتقدون انہ
کان مجدد المائۃ الرابعۃ عشر [1]

" اکثر لوگ ان کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ وہ چودھویں صدی کے مجدد تھے "

علمارِ عظام کی ان عظیم شہادتوں کو عوام الناس اور خوش عقیدہ جہلار کی مبالغہ آرائی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

علمار نے گذشتہ صدیوں کے مجددین کی فہرست میں مختلف اکابر کا تذکرہ کیا، مثلاً ملک العلمار فاضلِ بہار نے حیاتِ اعلیٰ حضرت (قلمی) میں پہلی صدی سے لے کر چودھویں صدی تک کے مجددین کی ایک فہرست دی ہے[2] یہ فہرست فاضل بہار کے زیرِ نظر مقالہ میں موجود ہے۔

جناب عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری نے بھی دسویں صدی تک کے مجددین کے اسمارِ گرامی نقل کئے ہیں:۔

" کشتیٔ ملتِ اسلامیہ کے ان ناخداؤں اور محسنوں میں سر فہرست یعنی پہلی صدی کے مجدّد خلیفۂ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ

---

[1] نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، ص ۱۴۱

[2] ملاحظہ ہو دبدبۂ سکندری، رامپور، ۱۲ر مئی ۱۹۴۸ء، ص ۵

(م ۱۰۱۰ھ) ہیں اور اس چودھویں صدی کے مجدد اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ (م ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) ہیں، اس مقدس گروہ کی بعض ہستیوں کے اسماء گرامی یہ ہیں :-

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ)

۲۔ امام ابوالحسن اشعری (م ۳۳۰ھ)

۳۔ حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ)

۴۔ امام فخر الدین محمد بن عمر الرازی (م ۶۰۴ھ)

۵۔ خاتم الحفاظ امام جلال الدین السیوطی الشافعی (م ۹۱۱ھ)

۶۔ محدثِ کبیر مولانا علی القاری الحنفی (م ۱۰۱۴ھ)

۷۔ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (م ۱۰۳۴ھ)

۸۔ خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اور

۹۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (م ۱۲۳۹ھ) رضی اللہ تعالےٰ عنہم [1]

مختلف محققین کی تصریحات کی روشنی میں یہ امر شاید باعثِ خلش ہو کہ ایک ہی صدی میں ایک سے زائد مجددین کے اسماء ملتے ہیں، اس صورتِ حال کو محققین، شارحینِ حدیث مثلاً سیوطی، مناوی، ابن حجر وغیرہ نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک صدی میں امورِ شرعیہ کے مختلف شعبوں مثلاً اولوالامر (خلفاء) محدثین، قراء، واعظین اور زُہاد وغیرہ میں مجدد ہو سکتے ہیں مگر احتیاط اس میں ہے کہ ہر بڑے عالم کو مجدد کا لقب نہ دیا جائے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد تحریر فرماتے ہیں :-

"۔۔۔۔۔۔ بعض علماء اس حدیث میں عمومیت کے قائل

---

[1] مقدمہ مسلکِ امام ربانی، مطبوعہ لاہور، ص ۱۱

نظر آتے ہیں یعنی یہ کہ ضروری نہیں کہ ہر صدی کے شروع میں صرف ایک ہی مجدد ہو، ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے "عون الودود" میں اس کی صراحت کی ہے (محمد صابر: مجدد اسلام، ص) مگر عمومیت کے باوجود نہایت حزم و احتیاط کی ضرورت ہے، ہر کس و ناکس کو مجدد کہنا حدیث پاک کی تحقیر ہے۔" [1]

مجددین کے بارے میں ایک اور وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہر بڑا عالم مجدّد نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ممکن ہو تو گذشتہ صدیوں کے صدہا مجتہدین کو مجدد کہا جا سکے گا مگر اس کا کوئی عالم بھی قائل نہیں۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ ایک عالم کے معتقد بعض اوقات اپنے معتقد عالم کو تعریفی کلمات سے یاد کرتے ہیں۔ بات امام، مفکرِ اسلام، مجتہد سے شروع ہوتی ہے اور مجدد پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے خوش عقیدہ معتقدین کی بات یہاں تک بڑھتی ہے کہ عوام الناس کے لئے اس کا انکار مشکل نظر آتا ہے حالانکہ مجدد کی شناخت اور امتیاز کے بارے میں محققین نے چند امتیازات مقرر کئے ہیں جن کی بنا پر ہی وہ عالم مجدد کہلوا سکتا ہے۔ ان قرائن اور احوال کی نشاندہی علامہ سیوطی، مناوی، ابن حجر، عینی، محمد طاہر حنفی وغیرہ علماءِ عظام نے کی ہے۔

پروفیسر محمد مسعود احمد نہایت اختصار سے ان قرائن و احوال کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مجدد کا اندازہ اس کی بے داغ سیرت، اصلاحی کارنامے اور ہمہ گیر مقبولیت اور شہرت سے لگایا جا سکتا ہے، اس سے قطع نظر کر لیا جائے تو پھر ہر عالم مجدد نظر آئے گا۔" [2]

---

[1] فاضل بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں، مطبوعہ رضا پبلی کیشنز، لاہور، ص ۱۳۵

[2] ایضاً : ص ۱۳۵

زیرِنظر مقالہ" چودھویں صدی کے مجدد" میں اس غلطی کا ازالہ نہایت شرح و بسط سے کیا گیا، اس ضمن میں عالمِ اسلام کے عظیم مفکر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا معاملہ سرِفہرست ہے، آپ اگرچہ اپنے زمانہ کے عظیم عالم ہیں۔ آپ ایک صدی کے وسط ہی میں پیدا ہوئے اور اسی صدی میں وصال فرمایا۔ اس طرح مجدد ہونے کی شرط آپ میں نہیں پائی گئی۔

دوسری چیز جو آپ کے احوال میں سامنے آتی ہے یہ ہے کہ آپ کی تصانیف میں اس طرح تحریف کی گئی کہ اصل اور محرّف میں امتیاز عوام کے لئے مشکل ہو گیا اور آپ کی مصنفات مشکوک ہو کر رہ گئیں۔

چودہویں صدی ختم ہو رہی ہے اور پندرہویں صدی کا آغاز ہو رہا ہے مگر ابھی تک پندرہویں صدی کے مجدد کو شناخت نہیں کیا جا سکا، اندریں حالات چودہویں صدی کے مجدّد کا تذکرہ ضروری ہے تاکہ پندرہویں صدی کے مجدد کی تلاش و شناخت آسان ہو۔

پروفیسر محمد مسعود احمد چودھویں صدی کے مجدّد کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں :-

" فاضلِ بریلوی حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ کے متعلق گذشتہ چھ سات برسوں میں اتنا کچھ شائع ہوا ہے کہ نصف صدی میں بھی نہ ہوا ہوگا، یہ ایک عجیب حسنِ اتفاق ہے! چودہویں صدی ختم ہو رہی ہے، پندرہویں صدی کے آغاز میں قانونِ الٰہی کے مطابق "مجدد" آتا ہے لیکن وقت آگیا اور "مجدد" نظر نہیں آیا، ایسے نازک دور میں فاضلِ بریلوی قدس سرہ کے یہ اچانک ذکر و اذکار اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کی یادیں بہ اندازِ نو "مجدد" بن کر ہماری رہنمائی کر رہی ہیں[۱]۔"

---

[۱] مقدمہ "جہانِ رضا" بحوالہ ماہنامہ ضیائے حرم، لاہور، ستمبر ۷۹ء، ص ۸۱

امامِ اہل سنت فاضلِ بریلوی قدس سرہ کے جلیل القدر شاگرد اور خلیفہ ملک العلماء علامہ محمد ظفر الدین فاضلِ بہار سابق پرنسپل شمس الہدیٰ کالج، پٹنہ (بہار) نے "حیاتِ اعلیٰ حضرت" کے نام سے فاضلِ بریلوی علیہ الرحمہ کی ایک مستند سوانح مرتب فرمائی جو چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس وقت تک صرف پہلی جلد ہی شائع ہو سکی ہے، بقیہ جلدیں ہنوز منتظرِ طبع ہیں، کاش کوئی صاحبِ علم ناشر اس کی طباعت کی طرف متوجہ ہو۔

اس کتاب کا ایک اہم باب:

اعلیٰ حضرت کی مجددیت

مشہور جریدہ، دبدبۂ سکندری، رامپور نے چھ مختلف قسطوں:

۳۰ر اپریل ۱۹۴۶ء، ۱۲ر مئی ۱۹۴۶ء، ۲۹ر مئی ۱۹۴۶ء،

۱۶ر اگست ۱۹۴۶ء، ۱۳ر ستمبر ۱۹۴۶ء، ۱۱ر اکتوبر ۱۹۴۶ء

میں شائع کیا تھا۔

یہ قیمتی مضمون جناب ظہور الدین خاں زید شرفہ (سیکرٹری، مرکزی مجلسِ رضا، لاہور) کی وساطت سے دستیاب ہوا، اسی مضمون کو:

"چودہویں صدی کے مجدد"

کے نام سے دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے، مولیٰ کریم ہماری مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے۔

مضمون کی ترتیب و تقدیم و تحشیہ میں جن احباب نے قیمتی مشوروں سے نوازا اور معاونت فرمائی، نہایت شکریہ کے مستحق ہیں بالخصوص مولانا محمد حبیب اللہ نعیمی، مفتی محمد علیم الدین مجددی، جناب محمد رفیق خاں ایم اے، جناب غلام محی الدین اور جناب

ظفر اقبال نیازی تو خصوصی شکریہ کے مستحق ہیں۔

مقالہ کی ابتدا میں محترم جناب پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب کا مضمون "حیاتِ فاضلِ بریلوی" ان کے شکریہ کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے۔

۱۱ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ	محمد جلال الدین قادری
۳۱ دسمبر ۱۹۷۹ء	سرائے عالمگیر، گجرات

حیاتِ مبارکہ

از

پروفیسر محمد مسعود احمد

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نسباً پٹھان، مسلکاً حنفی، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے، آپ کے والدِ ماجد مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) اور جدِ امجد مولانا رضا علی خاں علیہ الرحمہ (م ۱۲۸۲ھ/۶-۱۸۶۵ء) بلند پایہ عالم اور صاحبِ دل بزرگ تھے[1]۔ فاضلِ بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان میں ان دونوں بزرگوں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے ع

احمدِ ہندی رضا ابنِ نقی ابنِ رضا [2]

فاضلِ بریلوی کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (روہیل کھنڈ) میں ہوئی[3] یعنی انقلاب ۱۸۵۷ء سے ایک سال قبل ایک فکری

---

[1] رحمان علی، مولوی : تذکرہ علمائے ہند (ترجمہ اردو) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۹۸، ۱۹۳، ۵۳۱۰

[2] احمد رضا خاں : حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ) حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۸۵

[3] ا۔ رحمان علی : تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۸

ب۔ بدر الدین احمد قادری : سوانح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۸۵

ج۔ نظامی بدایونی : قاموس المشاہیر، جلد اول، ص ۶۶

انقلاب کا بے باک نقیب دنیا میں تشریف لایا ؎

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تا ز بزمِ عشق یک دانائے راز آید بروں

فاضلِ بریلوی کا اسم شریف "محمد" رکھا گیا اور تاریخی نام "المختار" (۱۲۷۲ھ) خود فاضلِ بریلوی نے اس آیۂ کریمہ سے اپنا سنۂ ولادت نکالا ہے :-

اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ [۱]

" وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے اور اپنی طرف روح سے ان کی مدد فرمائی "

جدِ امجد مولانا رضا علی علیہ الرحمہ نے ' احمد رضا ' نام تجویز فرمایا ، بعد میں خود فاضلِ بریلوی نے اپنے اسمِ گرامی کے ساتھ ' عبد المصطفٰے ' کا اضافہ فرمایا جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبتِ قویہ کا اندازہ بخوبی ہوتا ہے چنانچہ اپنے نعتیہ دیوان میں ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے "عبدِ مصطفٰے"
تیرے لئے امان ہے تیرے لئے امان ہے [۲]

فاضلِ بریلوی نے علومِ معقول و منقول کی تحصیل اپنے والدِ ماجد حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ سے فرمائی [۳] آپ کے علاوہ مولانا ابو الحسین نوری مارہروی ، علامہ عبد العلی رامپوری

---

[۱] بدر الدین احمد قادری : سوانح اعلیٰحضرت ، ص ۸۵   [۲] احمد رضا خاں : حدائق بخشش ، حصہ اول ، ص ۸۰

[۳] مولانا رحمٰن علی نے آپ کی بیس ایسی تصانیف کا ذکر کیا ہے جس سے آپ کی فضیلتِ علمی کا اندازہ ہوتا ہے ملاحظہ کریں تذکرہ علمائے ہند ، ص ۵۳۰ - ۵۳۲ -

اور مرزا غلام قادر بیگ وغیرہم سے بھی استفادہ فرمایا۔ بہر کیف تیرہ چودہ سال کی عمر شریف میں ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء کو فارغ التحصیل ہوگئے اور اسی دن رضاعت کے بارے میں ایک استفتاء کا جواب تحریر فرما کر فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا، اس کے بعد والد ماجد علیہ الرحمہ نے افتاء کی ساری ذمہ داریاں آپ کو تفویض فرمادیں۔

فاضل بریلوی ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمہ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور تمام سلاسل میں اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے، ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء، فاضل بریلوی نے شیخ طریقت کی منقبت میں ایک قصیدہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطلع ہے ؎

خوشا دلے کہ دہندش ولائے آل رسول
خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول [۱]

۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء میں والد ماجد علیہ الرحمہ کے ہمراہ زیارت حرمین شریفین اور حج بیت اللہ شریف سے مشرف ہوئے۔ اس موقع پر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ روانگی کے وقت ایک نظم تحریر فرمائی تھی جو واردات وکیفیات قلبیہ کی آئینہ دار ہے اور جس کے حرف حرف سے عشق ومحبت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں، اس نظم کا مطلع ہے ؎

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو [۳]

---

[۱] بدر الدین قادری : سوانح اعلیٰ حضرت ، ص ۸۷-۸۸

[۲] احمد رضا خاں : حدائق بخشش ، حصہ دوم ، ص ۲۵

[۳] ایضاً حصہ اول ، ص ۵۷

اس سفرِ مقدس میں حرمین کے اکابر علماء مثلاً مفتی شافعیہ سیّد احمد دحلان اور مفتی حنفیہ عبدالرحمٰن سراج رحمہما اللہ وغیرہ سے حدیث، تفسیر اور فقہ و اصولِ فقہ میں سندیں حاصل کیں اور اسی سفر میں حرم شریف میں نماز کے بعد ایک روز امامِ شافعیہ حسین بن صالح علیہ الرحمہ بغیر کسی سابقہ تعارف کے بے ساختہ آگے بڑھ کر فاضلِ بریلوی کا ہاتھ پکڑتے ہیں اور اپنے ساتھ گھر لے جاتے ہیں، فرطِ محبت سے دیر تک آپ کی نورانی پیشانی دیکھتے رہتے ہیں اور پھر جوشِ محبت میں فرماتے ہیں :-

انی لاجد نور اللّٰہ من ھٰذا الجبین [۱]

"بیشک میں اس پیشانی میں اللہ کا نور پاتا ہوں"

سچ کہا ہے کہ چہرہ دل کا آئینہ ہے، جو کچھ وہاں گزرتی ہے یہاں صاف صاف نظر آجاتا ہے اور پانے والے پالیتے ہیں، فاضلِ بریلوی نے جو یہ تمنا کی تھی ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

مِرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے [۲]

یہ دعا قبول ہوئی اور یہ تمنا پوری ہوئی اور وہ چمک عطا ہوئی کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں اس کو دیکھ دیکھ کر خیرہ ہوئی جاتی ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔

بہرکیف واقعۂ مذکورہ کے بعد شیخ حسین بن صالح نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلۂ قادریہ کی اجازت اپنے دستخطِ خاص سے عنایت فرمائی اور آپ کا نام ضیاء الدین احمد رکھا، غالباً اسی نورانیت کی مناسبت سے جس نے شیخ ممدوح کو متأثر کیا۔

۱۳۲۳ھ میں فاضلِ بریلوی دوسری بار حجِ بیت اللہ شریف[۳] کے لئے تشریف

---

[۱] رحمٰن علی: تذکرہ علمائے ہند، ص ۹۹   [۲] حدائقِ بخشش، حصہ اول، ص ۷۱

[۳] اس مبارک سفر کی ایک علمی یادگار "الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ" ہے، علمائے حجاز نے اس پر جو تقاریظ لکھی ہیں وہ قابلِ مطالعہ ہیں، یہ تقاریظ "الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ" کے نام سے ۱۹۵۵ء میں کراچی سے شائع ہو چکی ہیں۔

لے گئے، اس موقع پر جو نظم لکھی تھی، اس کا مطلع ہے ؎

شکر خدا کہ آج گھڑی اس سفر کی ہے
جس پر نثار جان فلاح و ظفر کی ہے [1]

اس سفر میں بھی علمائے حجاز نے بڑی قدر و منزلت فرمائی، علمائے حجاز جس قدر و منزلت اور عزت و احترام سے آپ کو دیکھتے تھے، اس کا اندازہ ان تقاریظ کے مطالعہ سے ہوتا ہے جو "حسام الحرمین" میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس میں علماء و فضلاء نے آپ کو ان القاب سے یاد کیا ہے :-

"معرفت کا آفتاب ، فضائل کا سمندر، بلند ستارا ، دریائے ذخار، بحر ناپیدا کنار ، یکتائے زمانہ ، دین اسلام کی سعادت ، دائرہ علوم کا مرکز، سحبان فصیح اللسان ، یکتائے روزگار وغیرہ وغیرہ"

اور علامہ سید اسمٰعیل خلیل المکی نے تو یہاں تک فرما دیا :-

"اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلاشبہ حق و صحیح ہے۔" [2]

نہ صرف علمائے حجاز بلکہ دیگر مسلم ممالک اور ہندوستان کے علماء کی اکثریت آپ کے تبحر علمی کی معترف تھی، چنانچہ "الصوارم الهندیہ" کی تقاریظ کے مطالعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

پاک و ہند کے مشہور شاعر اور مفکر ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم آپ کے معاصرین میں تھے اور

---

[1] حدائق بخشش ، حصہ اول ، ص ۹۲

[2] احمد رضا خاں ، مولانا : حسام الحرمین (مصنفہ ۱۳۲۴ھ، ص ۱۴۳) ، مطبوعہ لاہور

(نوٹ) تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمائیں راقم کا مقالہ "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" (مطبوعہ رضا پبلی کیشنز لاہور)

آپ کو قدر و منزلت کی نظر سے دیکھتے تھے چنانچہ ایک موقع پر فرمایا :

" ہندوستان کے دورِ آخر میں ان جیسا طباع اور ذہین فقیہ پیدا نہیں ہوا ــــــ میں نے ان کے فتاوے کے مطالعہ سے یہ رائے قائم کی ہے اور ان کے فتاوے، ان کی ذہانت، فطانت، جودتِ طبع، کمالِ فقاہت اور علومِ دینیہ میں تبحرِ علمی کے شاہدِ عادل ہیں ــــــ مولانا ایک دفعہ جو رائے قائم کر لیتے ہیں اس پر مضبوطی سے قائم رہتے ہیں، یقیناً وہ اپنی رائے کا اظہار بہت غور و فکر کے بعد کرتے ہیں لہذا انہیں اپنے شرعی فیصلوں اور فتاویٰ میں کبھی کسی تبدیلی یا رجوع کی ضرورت نہیں پڑتی" [۱]

فاضلِ بریلوی کثیر التصانیف عالم تھے، ان کی تصانیف ایک اندازے کے مطابق پچاس مختلف علوم و فنون پر ایک ہزار کے قریب ہیں، اس لحاظ سے دنیائے اسلام میں تصنیف و تالیف کی کثرت کے اعتبار سے فاضلِ بریلوی امتیازی حیثیت رکھتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ۔

اس قدر تصانیف کے علاوہ آپ نے مختلف علوم و فنون کی تقریباً اسی کتابوں کے حواشی بھی تحریر فرمائے ہیں اور اس سارے علمی سرمایہ کے علاوہ دو علمی شاہکار خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، ایک شاہکار فتاوے رضویہ ہے جس کا پورا نام " العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ " ہے اور بارہ مجلدات پر مشتمل ہے، ہر مجلد حجازی سائز کے ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اکثر فتاوے بجائے خود تحقیقی مقالات و رسائل کا حکم رکھتے ہیں، ابتدائی جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

---

[۱] محمد صدیق اکبر : آسمانِ علم کا درخشاں ستارا ، ماہنامہ عرفات، لاہور ، اپریل ۱۹۷۰ء ، ص ۲۷
(بحوالہ ڈاکٹر احمد عابد علی ، بیت القرآن ، لاہور)

دوسرا علمی شاہکار قرآن کریم کا ترجمہ ہے۔ نگاہِ محبت سے بہت کم لوگوں نے ترجمہ کیا ہے، قرآنِ کریم کے ترجمہ کے لئے جہاں اور علمی صلاحیتوں ولیاقتوں کی ضرورت ہے وہاں نگاہِ پاک بیں اور 'جانِ بے تاب' کی بھی ضرورت ہے، اس نظر سے فاضلِ بریلوی کا اردو ترجمۂ قرآن اپنی مثال آپ ہے۔

فاضلِ بریلوی متبحر عالم اور بلند پایہ فقیہ ہونے کے ساتھ سخن فہمی اور سخن سنجی میں اپنی نظیر آپ تھے، انہوں نے نعت گوئی کو مسلکِ شعری کی حیثیت سے اپنایا اور اس کو وہ کمال بخشا، اردو شاعری میں جس کا جواب نہیں، خود فرماتے ہیں ؎

یہی کہتی ہے بلبلِ باغِ جناں کہ رضاؔ کی طرح کوئی سحر بیاں
نہیں ہند میں واصفِ شاہِ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبعِ رضا کی قسم [۱]

ان کی نعتیں جذباتِ قلبیہ کا بے سروپا اظہار نہیں بلکہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر میں انہوں نے نعت گوئی بھی قرآن ہی سے سیکھی ہے، خود فرماتے ہیں ؎

قرآں سے میں نے نعت گوئی سیکھی [۲]

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ روزِ اول ہی سے مدحتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لئے مقسوم کر دی گئی تھی ؎

زحُسنت تا بہارِ تازہ گل کرد
رضاؔیت را غزل خواں آفریدند [۳]

انہوں نے جس کسی کی تعریف کی اسی ایک نسبت سے کی، اولیاء کاملین کی منقبتیں لکھیں مگر

---

[۱] حدائقِ بخشش، حصہ اول، ص ۳۳ [۲] ایضاً، حصہ دوم، ص ۹۹
[۳] ایضاً حصہ دوم، ص ۱۲

اہلِ دُوَل کی مدح و ثنا سے اپنے عشق و محبت کو رسوا نہ کیا ؎

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارہ ناں نہیں [1]

جیسا کہ ابتدا میں عرض کیا گیا، فاضلِ بریلوی کو مختلف سلاسل میں اجازت و خلافت حاصل تھی، مثلاً سلسلہ قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ، نقشبندیہ وغیرہ، آپ کے مریدین کی تعداد کا استحصار تو بہت مشکل ہے، خلفاء کی تعداد بھی کم نہیں۔ حرمین شریفین اور پاک و ہند میں جن علمائے اسلام کو آپ نے اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا، ان کے اسمائے گرامی مولانا بدرالدین احمد نے الاجازات المتینہ اور الاستمداد وغیرہ سے اپنی کتاب میں نقل فرمائے ہیں، بعض خلفاء کا علم دوسرے ذرائع سے بھی ہوا۔ بہرکیف حرمین شریفین میں مندرجہ ذیل حضرات کو اجازت و خلافت سے نوازا [2]

"شیخ محمد عبدالحی، شیخ صالح کمال مکی، سید اسمٰعیل مکی، سید مصطفٰی مکی، شیخ عبدالرحمٰن مکی، شیخ محمد عابد مکی، شیخ علی بن حسین مکی، سید خلیل مکی، سید ابو حسین محمد مرزوقی مکی، شیخ اسعد دھان مکی، شیخ جمال مکی، شیخ عبداللہ مکی، سید عبداللہ دحلان مکی، شیخ بکر رفیع مکی، شیخ حسن، سید سالم، سید علوی، سید ابو بکر، سید محمد بن عثمان، شیخ محمد یوسف، شیخ عبدالقادر کردی مکی، شیخ عبداللہ فرید، سید مامون بری مدنی، سید محمد سعید مدنی، شیخ عمر مدنی اور مولانا ضیاء الدین نزیلِ مدینہ منورہ۔"

---

[1] حدائقِ بخشش، حصہ اول، ص ۴۸

[2] بدرالدین احمد، سوانحِ اعلیٰ حضرت، ص ۳۰۵

اور پاک و ہند میں مندرجہ ذیل حضرات کو اجازت و خلافت سے مشرف فرمایا :۔

مولانا حامد رضا خاں ، مولانا مصطفٰے رضا خاں ، مولانا محمد ظفر الدین بہاری ، مولانا سید دیدار علی شاہ ، مولانا امجد علی اعظمی ، مولٰنا محمد نعیم الدین مراد آبادی ، مولانا احمد اشرف اشرفی جیلانی ، مولانا احمد مختار صدیقی ، مولانا عبد الاحد قادری ، مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی ، مولانا محمد رحیم بخش آروی ، مولانا لعل محمد خاں مدراسی ، مولانا عمر بن ابوبکر ، مولانا محمد شفیع بیسلپوری ، مولانا محمد حسنین رضا خاں ، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں ، مولانا امام الدین کوٹلی لوہاراں ، مولانا مفتی غلام جان ہزاروی ، مولانا احمد حسین امروہوی ، مولانا عبد السلام جبل پوری ، مولٰنا برہان الحق عبد الباقی جبل پوری ، سید فتح علی شاہ[۱] ، مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری وغیرہ ۔

فاضلِ بریلوی کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے ، اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی جاسکتی ہے ، یہ تلامذہ ملک کے طول و عرض میں پھیلے اور فاضلِ بریلوی کے پیغام کو دور و نزدیک پہنچایا ۔

تلامذہ میں یہ حضرات قابلِ ذکر ہیں :۔

مولانا حسن رضا خاں ، مولانا محمد رضا خاں ، مولانا حامد رضا خاں ،

---

[۱] بدر الدین احمد : سوانح اعلیٰ حضرت ، ص ۳۰۶

نوٹ :۔ پاک و ہند سے بعض خلفاء کے حالات روزنامہ سعادت (لائل پور) کے مئی ۱۹۶۹ء کے خصوصی نمبر میں شائع کرائے گئے ہیں جناب محمد صادق قصوری نے 'خلفائے اعلیٰحضرت' کے عنوان سے جو کتاب مرتب کی ہے وہ ۱۹۸۰ء میں شائع کردی جائیگی انشاء اللہ ۔

مولانا سید احمد اشرف کچھوچھوی ، مولانا سید محمد جیلانی کچھوچھوی ، مولانا محمد ظفرالدین بہاری ، مولانا عبدالواحد پیلی بھیتی ، مولانا حسنین رضا خاں، مولانا سلطان احمد خاں ، مولانا سید امیر احمد ، مولانا حافظ یقین الدین، مولانا حافظ عبدالکریم ، مولانا سید نور احمد چاٹگامی ، مولانا منور حسین ، مولانا واعظ الدین ، مولانا عبدالرشید عظیم آبادی ، مولانا شاہ غلام محمد بہاری، مولانا حکیم عزیز غوث ، مولانا نواب مرزا وغیرہ وغیرہ۔

ہندوستان کی سرزمین میں انیسویں صدی عیسوی میں جب اکبری ذہنیت رکھنے والے حضرات نے ایک قومی نظریہ کی اشاعت کی تو فاضلِ بریلوی نے براہینِ قاطعہ اور حججِ ساطعہ سے مجددانہ شان کے ساتھ اس نظریہ کا پوری طرح قلع قمع کیا ، اس طرح ہندو مسلم اتحاد کی فضاؤں میں سب سے پہلے علماء میں فاضل بریلوی نے "دو قومی نظریہ" کا نعرہ بلند کیا ، علامہ اقبال (جو پہلے ایک قومی نظریہ کے مؤید تھے ، بعد میں اس کے سخت مخالف ہو گئے تھے[1]) اور پھر قائدِ اعظم نے اسی نظریہ پر اپنے فکر کی بنیاد رکھی اور تحریکِ پاکستان کا آغاز کیا ، اس مرحلے پر فاضلِ بریلوی کے خلفاء و تلامذہ نے اہم کردار ادا کیا اور "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے پلیٹ فارم سے پاکستان کی حمایت میں ایک ہمہ گیر تحریک چلائی[2]

---

[1] ان تاریخی حقائق کو سمجھنے کے لئے پروفیسر صاحب موصوف کا تحقیقی رسالہ "فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات" (مطبوعہ رضا پبلی کیشنز ، لاہور) ملاحظہ فرمائیں۔ (قادری)

[2] تفصیلات کے لئے ان مآخذ کا مطالعہ کیا جائے :۔

(ا) پروفیسر محمد مسعود احمد : تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم
(ب) محمد جلال الدین قادری : خطباتِ آل انڈیا سنی کانفرنس
(ج) محمد صادق قصوری : اکابرِ تحریکِ پاکستان
(د) مفتی سید مصباح الحسن : کانگرسی مسلمان اور حقائقِ قرآن

یہ آفتابِ شریعت و ماہتابِ طریقت ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء کو بزمانہ جمعہ کے وقت بریلی شریف میں غروب ہو گیا، عالِم کی موت عالَم کی موت ہے اور پھر جلیل القدر عالم کی موت! ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا لیکن یہ تاریکی بھی اس کے فیض سے محروم نہ رہی اور دیکھتے ہی دیکھتے تارے چمکنے لگے ؎

فروغِ شمع تو قائم رہے گا روزِ محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

فاضلِ بریلوی کے واقعات و حالاتِ وصال بڑے دل افروز ہیں[1]، آپ نے وصال سے قبل ہی الہامی طور پر اس آیۂ کریمہ سے مادۂ تاریخِ وفات نکالا تھا:

ویطاف علیہم بآنیۃ من فضۃ و اکواب[2]

آپ کے تلمیذِ رشید اور خلیفہ حضرت سید محمد محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے یہ مادۂ تاریخ نکالا ہے:

"امام الہدیٰ عبدالمصطفیٰ احمد رضا علیہ الرحمہ"

---

[1] حسنین رضا خاں: وصایا شریف، مطبوعہ لاہور ملاحظہ کی جائے۔
[2] ایضاً: ص ۲۱

منقبت

در شانِ امامِ اہلِ سنّت مجدّدِ دین و ملّت رضی اللہ تعالےٰ عنہ

اَیُّہَا الْبَحْرُ الْغَطَمْطَمْ اَیُّہَا الْحِبْرُ الْعَلَمْ
اَنْتَ شَیْخُ الْکُلِّ فِی الْکُلِّ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اَنْتَ مِفْضَالٌ کِرَامٌ اَنْتَ مِقْدَامٌ ھُمَامْ
رِحْلَتٌ قَرْمٌ ھُمَامٌ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اِنْتِسَابِیْ مِنْکَ یَکْفِیْنِیْ لِحُسْنِ الْخَاتِمَۃْ
اَنْتَ لِیْ نُوْرٌ لِقَبْرِیْ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا !

اَنْتَ مَاوٰنَا الْفَخِیْمُ اَنْتَ مَلْجَانَا الْعَظِیْمْ
اَنْتَ مَوْلَانَا الْکَرِیْمُ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

اَنْتَ کَنْزٌ لِّیْ لِیَوْمِیْ اَنْتَ ذُخْرِیْ فِیْ غَدِیْ
اَنْتَ غَوْثِیْ اَنْتَ غَیْثِیْ سَیِّدِیْ اَحْمَدْ رَضَا

چودہویں صدی کے مُجدّدِ

مجدّد

صحیح حدیث میں بروایت حضرتِ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ مروی، رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلیٰ رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔

" بے شک اللہ تعالےٰ اس امت کے لئے ہر صدی پر ایسے شخص کو قائم کرے گا جو اس دین کو از سر نو نیا کر دے گا "

(رواہ ابوداؤد والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی المعرفہ ، ذکرہ الامام الجلیل جلال الدین السیوطی فی "الجامع الصغیر فی حدیث البشیر والنذیر" ورواہ البیہقی فی المدخل وحسن بن سفیان والبزاز فی مسانیدہم والطبرانی فی المعجم الاوسط وابن عدی فی الکامل وابونعیم فی الحلیہ)

علاّمہ حفنی حاشیہ سراج المنیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں کہ :

" ہمارے شیخ نے فرمایا کہ حفاظ کا اتفاق ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، جن محدثین نے اس کی صحت کی تصریح فرمائی ان میں علاّمہ ابوالفضل عراقی اور علامہ ابن حجر متأخرین علماء میں سے اور حاکم مصنف صحیح مستدرک اور بیہقی صاحب مدخل متقدمین محدثین سے ہیں "

امام جلال الدین سیوطی "مرقاۃ الصعود حاشیہ سنن ابوداؤد" میں فرماتے ہیں :-

اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی تَصْحِیْحِہٖ

"حفاظ محدثین کا اس حدیث کی تصحیح پر اتفاق ہے"

علامہ شیخ بن احمد عزیزی نے "سراج منیر شرح جامع صغیر" میں فرمایا ہے کہ:

"لفظ اول کی قید احترازی نہیں بلکہ غالبی ہے اس لئے کہ اول صدی کے مجدد بالاتفاق خلیفہ راشد خامس الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا عمر بن عبد العزیز ہیں، رضی اللہ تعالے عنہ، جن کی ولادت ۵۹ھ اور وفات ۱۰۱ھ میں ہے۔"

تجدید دین کا مفہوم

اور "تجدید" کے معنی یہ ہیں کہ ان میں ایک صفت یا چند صفتیں ایسی پائی جائیں جن سے امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کو دینی فائدہ ہو جیسے تعلیم و تدریس، وعظ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، لوگوں سے مکروہات کا دفع، اہل حق کی امداد۔

مجدد کے اوصاف

مجدد کے لئے خاص اہلبیت سے ہونے کی ضرورت نہیں، نہ مجتہد ہونا لازم لیکن یہ ضرور ہے کہ وہ سُنّی، صحیح العقیدہ، عالم فاضل، علوم و فنون کا جامع، اشہر مشاہیر زمانہ، بے لوث حامیٔ دین، بے خوف قامع مبتدعین ہو، حق کہنے میں نہ خوف لومۃ لائم ہو، نہ دین کی ترویج میں دنیوی منافع کی طمع، متقی، پرہیزگار، شریعت و طریقت کے زیور سے آراستہ، رذائل و خلاف شرع سے دل برداشتہ اور حسب تصریح علامہ حقی، مجدد کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس صدی میں پیدا ہوا اُس کے خاتمہ اور جس صدی میں انتقال کرے اس کے اول میں مشہور، معروف، مشارٌ الیہ بالبنان ہو،

مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ علماء عصر قرائن و احوال اور اس کے علوم سے انتفاع دیکھ کر اس کے مجدد ہونے کا اقرار کریں، اسی لئے مجدد کو علوم دینیہ ظاہرہ و

یا سنت کا مددگار، ماحی البدعۃ، قامع البدعۃ ہونا چاہئے۔

مجدّدین کی اقسام

لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر صدی پر ایک ہی مجدّد ہو بلکہ ہو سکتا ہے کہ ایک کے علاوہ کئی شخص الگ الگ شعبوں کے مجدّد ہوں کما قالہ السخاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ (کما قالہ السناوی وجلاً کان او اکثر)

علامہ محمد طاہر حنفی "مجمع بحار الانوار" میں فرماتے ہیں :۔

"من یجدد لہا دینہا کے مصداق میں علماء نے اختلاف کیا تو ہر فرقہ[1] نے اپنے امام پر محمول کیا اور بہتر ہے کہ اسے عموم پر محمول کیا جائے اور صرف فقہاء کے ساتھ خاص نہ کیا جائے، اس لئے کہ امت کو اولوالامر یعنی خلفاء، محدثین اور واعظین زہاد سے بھی بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں اور رأس کل مائۃ سنۃ سے مراد یہ ہے کہ صدی گزری اور مجدد زندہ مشہور عالم ہو اور حدیث شریف میں اکابر کی ایک جماعت کی طرف اشارہ ہے جو ہر سو برس کے سرے پر ہوتے ہیں تو

بعض مجدّدین کے اسماءِ گرامی

- مجدّدِ مائۃِ اُولیٰ ، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور فقہاء و محدثین سے بیشمار ہیں۔ اور
- مجدّدِ مائۃِ ثانیہ ، خلیفہ مامون رشید ، حضرتِ امام شافعی، حسن بن زیاد، اشہب مالکی، علی بن موسیٰ، یحییٰ بن معین، حضرتِ معروف کرخی۔ اور
- مجدّدِ مائۃِ ثالثہ ، خلیفہ مقتدر باللہ، حضرت امام ابوجعفر طحاوی حنفی، امام ابوالحسن

---

[1] فرقہ سے مراد امور دینیہ کے مختلف شعبوں سے ایک شعبہ ہے مثلاً اولی الامر (خلیفہ) محدث، فقیہ، واعظ، زاہد وغیرہ عقائدِ اہلِ سنت کے مخالف مختلف فرقوں پر اس لفظ کو محمول کرنا صریحاً ناانصافی ہے کیونکہ خود مؤلفِ علام حضرت فاضل بہار علیہ الرحمہ مجمع بحار الانوار کے حوالہ سے بیان کرتے ہوئے مجدد کو فقہاء کے ساتھ خاص نہیں کرتے۔

اشعری، امام نسائی وغیرہ ، اور

- مجدّدِ مائۃِ رابعہ، خلیفہ قادر باللہ، امام ابو احمد اسفرائنی، ابوبکر محمد خوارزمی حنفی، اور
- مجدّدِ مائۃِ خامسہ، خلیفہ مستظہر باللہ، حضرت امام محمد غزالی، قاضی فخر الدین حنفی وغیرہم ہیں۔ (انتہیٰ کلامہٗ)

مجدّد کی شناخت

شیخ الاسلام بدر الدین ابدال "رسالہ مرضیہ فی نصرۃ مذہب الاشعریہ" میں فرماتے ہیں کہ:۔

"مجدّد، معاصرین کے غلبۂ ظن سے پہچانا جاتا ہے، اس کے قرائنِ احوال اور اس کے علم سے انتفاع کے سبب سے، اور نہیں ہوتا مجدّد مگر عالمِ علومِ دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا، جو ناصرِ سنت و قامعِ بدعت ہو، پھر کبھی مجدّد فقط ایک ہی ہوتا ہے جیسے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی صدی کے مجدد بالاتفاق ہیں، اور دوسری صدی کے مجدّد امام شافعی ہیں، اس لئے کہ محققین کا اجماع ہے کہ یہ اپنے زمانہ میں تمام علماء سے اعلم و افضل تھے۔

اور کبھی مجدد، دو یا جماعت ہوتی ہے اگر کسی ایک عالم پر اجماع نہ ہو سکا پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدّد سے افضل ہو، لیکن مجدد جب ہوگا تو رأس المائۃ (صدی کے سرے) پر ہوگا کیونکہ عموماً ایسا ہی ہوتا ہے کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے علماءِ امت بھی ختم ہو جاتے ہیں، دینی باتیں مٹنے لگتی ہیں، بدمذہبی اور بدعت ظاہر ہوتی ہے اس واسطے دین کی تجدید[1]

---

[1] مرورِ زمانہ کے باعث عقائد و اعمال میں جو فساد داخل ہو کر دینیہ میں شامل ہو چکے ہوں ان کا صحیح امورِ دینیہ سے امتیاز کرنا، تلبیس و تدلیس کو واضح کرنا اور منشائے خدا و رسول کے مطابق دین کو پیش کرنا، اپنی طرف سے اصولِ دینیہ میں ترمیم و تنسیخ یا اضافہ کرنے کا نام تجدید نہیں۔ اصولِ شرعیہ اور امورِ دینیہ میں ترمیم و تبدیل کرنے والوں کو ان کے خوش اعتقادوں نے مجدد کہنا شروع کر دیا ہے اور یہ حقیقت کے برعکس ہے۔

کی ضرورت پڑتی ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ ایسے عالم کو ظاہر کرتا ہے جو ان خرابیوں کو دور کر دیتا ہے اور اُن برائیوں کو سب کے سامنے علی الاعلان بیان کر کے دین کو از سرِ نو نیا کر دیتا ہے، وہ سلف صالحین کا بہتر عوض، خیر الخلف، نعم البدل ہوتا ہے۔" (انتہیٰ کلامہ)

امام جلال الدین سیوطی "مرقاۃ الصعود شرح سنن ابو داؤد" میں فرماتے ہیں کہ :-

"علامہ ابنِ اثیر نے فرمایا کہ علماء نے حدیث 'اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا' کی تاویل میں ہر ایک نے اپنے زمانہ میں اختلاف کیا اور اشارہ کیا اس شخص کی طرف جو صدی کے سرے پر دین کی تجدید میں لگا ہو، تو ہر ایک اپنے مذہب[1] کے حامی و ناصر کی طرف مائل ہوا، اور بعض علماء کا یہ خیال ہے کہ اس حدیث کو عموم پر محمول کیا جائے اس لئے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک من یجدد لھا دینھا کا اقتضاء یہ ہرگز نہیں کہ صدی کے سرے پر فقط ایک ہی شخص مجدد ہو بلکہ کبھی ایک ہوتا ہے اور کبھی ایک سے زائد، اس لئے کہ امت کا اصل انتفاع "امورِ دین" میں ہے لیکن اس کے سوا دوسرے امور میں بھی بہت انتفاع ہوتا ہے مثلاً اولوالامر، اہلِ حدیث[2]، قرار، واعظین، عابد، زاہد لوگ اپنے اپنے فنون سے

---

[1] "اپنے مذہب" سے مراد اصول و قواعدِ شرعیہ اور فروعاتِ دینیہ میں سے اپنے علمی و عملی رجحانات کی طرف میلان ہے مثلاً خدمتِ حدیث و فقہ، مسندِ رشد و ہدایت، امورِ خلافت میں خدمت وغیرہ۔ "اپنے مذہب" سے اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب یا عقائدِ اہلِ سنت و جماعت کے علاوہ دیگر فرقے مراد لینا قطعاً غلط ہے۔

[2] دورِ قدیم سے "اہلِ حدیث" کا لفظ صرف خادمینِ حدیث پر بولا جاتا رہا ہے لیکن ۱۸۸۸ء میں سرکارِ انگریزی کے خدمتگار، نجدی عقائد کے پیروکاروں نے اپنی خدمات کے صلہ میں یہ لفظ حاصل کیا حالانکہ ان دیار میں انہیں "وہابی" کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔

ایسا نفع امت کو پہنچاتے ہیں جو دوسرے سے ممکن نہیں اس لیئے کہ اصل حفظِ دین میں "قانونی سیاست" ہے اور "اشاعتِ عدل و انصاف" جسکی وجہ سے ضبط روایات ہوتی ہے اور زہّاد اپنے وعظوں سے امت کو نفع پہنچاتے اور لوگوں کو تقویٰ پر ابھارتے ہیں اور دنیا میں زہد سکھلاتے ہیں تو بہتر اور ٹھیک بات یہ ہے کہ من یجدد سے اکابر مشہورین کی ایک جماعت کی ہر صدی پر ظہور وحدوث کی طرف اشارہ ہو، جو لوگوں کے دین کی حفاظت کریں اور برائیوں اور خرابیوں، بے دینیوں، بدمذہبیوں کو بتا کر دین کی تجدید کریں لیکن بایں ہمہ یہ ضرور ہے کہ مجدّد وہی شخص ہوگا کہ صدی کے شروع میں مشہور عالم، معروف مشارٌ الیہ ہو یعنی ان فنون میں سے کسی فن میں لوگ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوں ورنہ صدی کے شروع ہونے کے قبل بھی ضرور ایسے علما رہوں گے جو دین کی خدمت میں منہمک ہوں، لیکن مجدّد سے مراد یہ ہے کہ جس وقت صدی ختم ہو اور دوسری صدی شروع ہو، اُس وقت وہ عالم معروف ومشہور، زندہ اور مشارٌ الیہ ہو۔" (انتہیٰ کلامہ)

مجدّد کے بارے میں چند سوال اور ان کے جوابات

ماہِ رجب ۱۲۹۹ھ میں سلہٹ سے

مولوی ابوعلی محمد عبدالوہاب صاحب نے جناب مولانا مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی مرحوم ومغفور کے پاس اس حدیث شریف کے متعلق ایک استفتار بھیجا تھا، جس میں چند باتیں دریافت کی تھیں، جو "مجموعہ فتاویٰ" جلد دوم ص ۱۵۱، ۱۵۲ میں مع جواب مکتوب ہے، اس جگہ مختصراً اس کو نقل کردینا فائدہ سے خالی نہیں۔

۱- حدیث ان اللّٰہ یبعث لهٰذہ الامۃ (الحدیث) میں راس آخر صدی

مراد ہے یا رأسِ آغازِ صدی ؟ اور

۲۔ مجدد کی شرائط و علامات کیا ہیں ؟ اور

۳۔ پہلی صدی سے اس وقت تک کون کون سے مجدد ہوئے اور

۴۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان کے پیر سید احمد بریلوی مجدد ہو سکتے ہیں یا نہیں ؟

علّامہ لکھنوی نے ان سوالات کے حسبِ ذیل جوابات دئے ہیں :۔

۱۔ رأسِ مائۃ سے مراد بہ اتفاقِ محدثین آخرِ صدی ہے۔ اور

۲۔ مجدد کی شرائط و علامات یہ ہیں کہ علوم ظاہرہ و باطنہ کا عالم ہو۔ اس کے درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تذکیر سے نفع، شائع و ذائع ہو اور احیاءِ سنت و اماتتِ بدعت میں سرگرم ہو اور ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے آغاز میں اُس کے علم کی شہرت اور اس سے انتفاع معروف و مشہور ہو، پس اگر آخرِ صدی نہیں پائی ہے یا اُس سے اُس زمانہ میں انتفاعِ احیاءِ شریعت حاصل نہ ہوا ہو تو وہ مجددین کی صف سے خارج سمجھا جائیگا اور اس حدیث کا مورد و مصداق نہ ہوگا اور اس کا شمار مجددین میں نہ ہوگا (اس کے بعد عبارت شیخ الاسلام بدر الدین اور "مرقاۃ الصعود" امام جلال الدین سیوطی نقل کرکے فرماتے ہیں)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ سید احمد بریلوی، کہ اُن کی ولادت سنہ ۱۲۰۱ھ میں ہوئی اور ان کے مرید اسمٰعیل دہلوی وغیرہ مصداق حدیث میں داخل نہیں ہیں (مولوی اسمٰعیل دہلوی کی ولادت سنہ ۱۱۹۳ھ میں ہوئی اور دونوں کا انتقال سنہ ۱۲۴۶ھ میں ہوا تو سیّد احمد صاحب نے کوئی آخرِ صدی نہ پائی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی آخرِ صدی میں فقط سات سال کے بچے تھے) اسلئے کہ مجدد کے لیے ضروری ہے کہ آخر ایک صدی اور دوسری صدی کے

اول میں اس صفت کے ساتھ موصوف ہو کہ اس کا نفع عام ہو اور اس کا اشتہار تام ہو اور ان دونوں کی تیرہویں صدی کے وسط میں شہرت ہوئی، اتنا زمانہ گذرا علماء نے تعین مجددین میں اسی صفت کا لحاظ کیا ہے جسکی تفصیل علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے رسالہ مسمیٰ بہ "الفوائد الجمۃ فی من یبعثہ اللہ لھذہ الامۃ" اور امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ مسمیٰ بہ "متنبہ فیمن یبعثہ اللہ علیٰ رأس المائۃ" وغیرہ میں ہے۔

ان رسائل کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ مجددِ مائۃ اولیٰ بالاتفاق خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تھے اور مجددِ مائۃ ثانیہ بالاتفاق امام شافعی تھے اور مجددِ مائۃ ثالثہ قاضی ابو العباس ابن شریح شافعی، امام ابو الحسن اشعری، محمد بن جریر طبری تھے اور مجددِ مائۃ رابعہ امام ابو بکر باقلانی اور ابو طیب صعلوکی وغیرہ تھے اور مجددِ مائۃ خامسہ امام محمد بن محمد غزالی تھے اور مجددِ مائۃ سادسہ امام فخر الدین رازی تھے اور مجددِ مائۃ سابعہ امام تقی الدین ابن دقیق العید تھے اور مجددِ مائۃ ثامنہ زین الدین عراقی، علامہ شمس الدین جوزی، سراج الدین بلقینی تھے اور مجددِ مائۃ تاسعہ امام جلال الدین سیوطی، علامہ شمس الدین سخاوی تھے اور مجددِ مائۃ عاشرہ شہاب الدین رملی، ملا علی قاری تھے۔" (انتہیٰ کلامہ)

فقیر ظفر الدین قادری غفرلہ کہتا ہے اور مجددِ مائۃ حادی عشر یعنی الفِ ثانی امام ربانی حضرتِ شیخ احمد سرہندی فاروقی (متولد ۱۰ محرم ۹۷۱ھ، متوفی ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ شہیرہ زاہرہ و باہرہ حضرت شیخ محقق علامہ عبد الحق محدث دہلوی متولد ۹۵۸ھ، متوفی ۱۰۵۲ھ اور میر عبد الواحد بلگرامی صاحبِ "سبع سنابل"، متولد ــــ ھ متوفی ۱۰۱۷ھ تھے اور مجددِ مائۃ ثانی عشر سلطان دین پرور مالکِ بحر و بر ابو المظفر محی الدین محمد

اورنگ زیب بہادر عالمگیر بادشاہ غازی (متولد ۱۰۲۷ھ، متوفی ۱۱۱۸ھ) وحضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلوی (متوفی ۱۱۴۳ھ)، قاضی محب اللہ بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) تھے۔

شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے مجدد ہونے میں علماء کا اختلاف

اگرچہ بعض خوش اعتقادوں نے مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی علیہ الرحمہ کو بارہویں صدی کا مجدد کہا ہے مگر تصریحاتِ علماءِ کرام سے ثابت ہے کہ وہ مجددوں کے شمار میں داخل نہیں ہیں اس لئے کہ شاہ صاحب موصوف کی ولادت ۱۱۱۴ھ اور وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی، تو اگرچہ ان کے علم وفضل اور بزرگی و کمال میں کلام نہیں، مگر مجدد کی جو اصل صفت ہے کہ ایک صدی کے آخر اور دوسری صدی کے اول میں اس کے فیضِ افادہ کا شہرہ ہو، حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین میں موصوف و مشہور ہو، یہ بات نہیں پائی گئی، اس لئے کہ ان کی شہرتِ علمی وسطِ صدی میں[1] ہوئی، کسی صدی کا آخر یا نہ کسی صدی کا آغاز[2]

---

[1] یہ حقیقت قواعدِ شرعیہ اور اصولِ دینیہ کے عین مطابق ہے جیسا کہ علماءِ کرام مثلاً علامہ عزیزی، علامہ حقی، علامہ مناوی، علامہ طاہر، شیخ الاسلام بدرالدین ابدال اور علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہ کے کلمات بلکہ خود صحیح حدیث کی تصریح کے مطابق مجدد کی علامات اور شرائط کے سلسلہ میں گذشتہ سطور میں بیان ہو چکا ہے، علم وفضل کے کمال درجہ پر فائز ہونے کے باوجود حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ میں مجدد کی مذکورہ صفات نہیں پائی جاتیں، نیز یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر بڑا عالم مجدد ہو بلکہ ممکن ہے کہ صدی کے وسط میں ایسے عالم بھی موجود ہوں جو علم وفضل میں افضل ہوں مگر مجدد نہ ہوں، خود ملک العلماء علامہ ظفر الدین بہاری نے شیخ الاسلام بدرالدین ابدال کے حوالہ سے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ:

"پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ صدی کے درمیان کوئی ایسا شخص بھی ہو جو مجدد سے افضل ہو لیکن مجدد جب ہوگا، راس المائۃ پر ہوگا۔"

(محمد جلال الدین قادری عفی عنہ)

[2] حضرت شاہ ولی اللہ کے مقام و مرتبت کی عظمت وجلالت میں کلام کی گنجائش نہیں مگر ان کے افکار و نظریات کو قبولِ عام حاصل نہ ہو سکا، ان کے علوم و معارف کا شہرہ صرف ایک مخصوص حلقہ تک محدود رہا، دیوبند جیسے ولی اللّٰہی مدرسہ میں

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

شہرت تو چیزے دیگر است،

نیز مجدد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی زبان اور اس کا قلم حق گو، حق نویس ہو، زبان سے وہی بولے جو شریعت کے مطابق ہو اور قلم سے وہی لکھے جو شریعت کا حکم ہو، حق کہنے میں اس کی زبان سیفِ قاطع اور قلم تیغِ برّاں ہو، جو بولے شریعت کے دائرہ میں ہو، جو لکھے شریعت کی حد میں ہو، ایک عامی اس کی تحریر یا تقریر لے لے تو اُس کے عمل کے لئے کافی ہو، ہر لفظ اُس پر چھایا ہوا ہو، جو کہے بے لوث کہے، جو لکھے بے خوف لکھے، حق کرنے یا کہنے میں کسی کی پروا نہ کرے ع

گدائے میکدہ ہوں ہر طرح کی بے پیالی میں

کا مصداق نہ ہو۔

شاہ ولی اللہؒ کی مصنفات میں بعض تحریفات

جناب مولانا شاہ ولی اللہ صاحب میں قطع نظر اس کے کہ نہ کسی صدی کے آخر میں ہوئے، نہ دوسری صدی کے اول میں رہے، پھر اُن کی شہرت دو صدیوں میں اور اُن کے علوم و معارف سے انتفاع، ہر قسم کی باتیں ان کے یہاں موجود ہیں، سنّیوں کے بھی سردار ہیں، ساتھ ساتھ وہابیت کی بھی داغ بیل ڈال رہے ہیں، "حجۃ اللہ البالغہ" عجیب و غریب کتاب لکھی، اگر کچھ حصے سنّیوں کے کارآمد ہیں تو ایک حصہ وہابیہ لئے ہوئے اکڑ رہے ہیں۔

مولوی ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی نے "تراجم علماءِ حدیث" انہی کے نامِ نامی سے

بقول علامہ سندھی یہ حالت تھی کہ: " مولانا محمود الحسن کو جب شاہ ولی اللہ یا شاہ عبد العزیز کی رائے کسی مسئلہ میں بیان کرنی ہوتی تو وہ ان حضرات کا نام لینے کے بجائے فرماتے کہ محققین کی اس مسئلے میں یہ رائے ہے کیونکہ حضرت جانتے تھے۔۔۔۔ کہ شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز کی بات سننے کے لئے طلبہ تیار نہیں ہوں گے۔" (شاہ ولی اللہ اور ان کا فلسفہ ص ۹۱ بحوالہ شاہ ولی اللہ اور انکا خاندان ص ۱۰)

شروع کی اور اس میں ان کو پورا اہلِ حدیث بلکہ بانی مذہب اہل حدیث یقین کیا کہ اہلِ حدیث کا باوا آدم انہیں کو قرار دے کر آگے شاخیں پھیلائی ہیں، صفحہ ۵ پر تفہیم کی یہ عبارت درج کی ہے :-

فهمني ربي انا جعلناك امام هذه الطريقة وسددنا طرق الوصول الى حقيقة القرب كلها اليوم غير طريقة واحدة وهو محبتك والانقياد لك والسماء ليس من عادات سماء وليست الارض عليه بارض فاهل الشرق والغرب كلهم رعيتك وانت سلطانهم علموا او لم يعلموا فان علموا فازوا وان جهلوا خابوا۔

" یعنی مجھے خداوندِ عالم نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنایا اور حقیقتِ قرب تک رسائی کے سب رستوں کو بند کر دیا سوا ایک طریقہ کے، وہ طریقہ تیری محبت اور تیری فرمانبرداری ہے، جو تیرا مخالف ہے اس کے لئے نہ آسمان آسمان ہے، نہ زمین زمین ہے، تمام روئے زمین کے لوگ پوربی ہوں یا پچھمی، سب تیری رعایا ہیں اور تو ان سب کا بادشاہ ہے، چاہے وہ جانیں یا نہ جانیں، اگر وہ جانیں گے کامیاب ہوں گے اور اگر نہ جانیں گے، گھاٹے اور نقصان میں رہیں گے۔"

پھر صفحہ ۱۶ پر "مسئلہ تقلید اور عمل بالحدیث" کی سرخی قائم کر کے لکھا :-

" جناب حجۃ اللہ (شاہ ولی اللہ صاحب) اپنی مصنفات، شروحِ احادیث مسوّی و مصفّٰی اور دوسری تصنیفات مثلاً عقد الجید، الانصاف فی بیان سبب الاختلاف وغیرہ میں تقلید اور عمل بالحدیث کا موازنہ فرماتے ہوئے اتباع الحدیث کو

کھلے طور پر ترجیح دیتے ہیں" لیکن اس بحث کو جس خوبی کے ساتھ "حجۃ اللہ البالغہ"
میں پھیلایا، نہایت پُرلطف ہے کہ گویا تمام کتاب اسی بحث پر محتوی ہے۔
پھر صفحہ ۲۰ پر لکھا اور آگے بڑھ کر صفحہ ۱۲۲ پر بضمن باب "حکایۃ الناس قبل المائۃ الرابعۃ
وبعدہا" اس ذکر کو اور بھی وضاحت سے بیان فرمایا مگر صفحہ ۱۳۵ پر زیادہ توضیح سے کام لیا،
اور بضمن "من ابواب الاعتصام بالکتاب والسنۃ" میں تو یہ راز بالکل فاش کر دیا، فرماتے ہیں:-

واقول الفرقۃ الناجیۃ ہم الآخذون فی العقیدۃ
والعمل جمیعا بما ظہر من الکتاب والسنۃ .....

" یعنی میں کہتا ہوں کہ فرقۂ ناجیہ وہ ہے جو عقیدہ اور عمل دونوں میں
کتاب وسنت اور صحابہ و تابعین سے بہ ظاہر النص فتوے جاری کرے،
اگرچہ صحابہ و تابعین نے ایسے مسائل میں جن کے لئے انہیں نص نہ ملی ہو،
باہم اختلاف ہی کیوں نہ کیا ہو۔"

پھر صفحہ ۲۲ پر لکھا، اسی کے ساتھ حدیث اذا امن الامام فامنوا فانہ من
وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ[1]
نقل کرتے ہوئے باشارۃ النص، آمین بالجہر کی تاکید فرماتے ہیں۔

یہاں شاہ محمد فاخر زائر الہ آبادی مرحوم کا ماجرا قابلِ ذکر ہے۔ حضرت زائر دہلی
تشریف لائے، جامع مسجد میں ایک نماز جہری میں بآواز آمین کہہ ڈالی، دہلی میں یہ پہلا حادثہ
تھا، عوام برداشت نہ کر سکے، جب آپ کو گھیر لیا تو فرمایا:
" اس سے فائدہ نہ ہوگا، تمہارے شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو اُس سے

---

[1] جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین، ملائکہ کی آمین کے موافق ہو جائے اُس کے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (ترجمہ)

مسئلہ دریافت کرو"۔ لوگ ان کو حضرت حجۃ اللہ شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں لے گئے دریافتِ مسئلہ پر آپ نے فرمایا: "حدیث سے تو بآواز آمین کہنا ثابت ہے"، مجمع یہ سن کر چھٹ گیا، اب صرف مولانا محمد فاخر صاحب اور حضرت شاہ صاحب بصورتِ قرانِ السعدین[۱] باقی تھے، شاہ محمد فاخر نے عرض کیا "آپ کھلیں گے کب؟" فرمایا "اگر کھل گیا ہوتا تو آج تجھ کیسے بچا لیتا؟"

اور رفعِ یدین کے باب میں فرماتے ہیں کہ:

والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت[۲]

"یعنی مجھے تو رفعِ یدین کرنے والا، نہ کرنے والے سے زیادہ عزیز ہے کہ اثباتِ رفعِ یدین کی حدیث میں ترک رفع الیدین کی احادیث سے تعداد میں زیادہ اور رتبہ میں قوی ہیں۔"

ترک تقلید پر مزید ارشاد، "عقد الجید" ہی میں تقلید کی دو قسمیں ہیں، واجب حرام، قرار دیکر فرماتے ہیں:۔

(۱) تقلید واجب: وامارۃ ھٰذا التقلید ان یکون عملہ بقول المجتھد کالمشروط لکونہ موافقا للسنۃ فلا یزال متفحصا عن السنۃ بقدر الامکان فمتی ظھر الحدیث یخالف قول ھٰذا اخذ بالحدیث والیہ اشار الائمۃ[۳]

---

[۱] دو سعادت مند بزرگوں کا ملاپ یا وصال۔

[۲] حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۸۴

[۳] ایضاً " " ص ۸۴

"یعنی تقلید واجب تو یہ ہے کہ اس کا عمل اگرچہ قولِ مجتہد کے موافق سہی مگر مشروط بہ سنت بھی ہو مگر صرف اسی پر اکتفا نہ رہے بلکہ ہر آن سنت کی تلاش رکھے، پس جب بھی ایسے مقلد کو اپنے عمل سابق کے خلاف حدیث مل جائے تو وہ قولِ مجتہد کو چھوڑ کر اس حدیث کو اختیار کرے۔ اسی طرف ائمہ کا اشارہ ہے"

(۲) تقلیدِ حرام : فان بلغہ حدیث واستیقن بصحتہ لا یقبلہ لکون ذمتہ مشغولۃ بالتقلید فہذا اعتقاد فاسد وقول کاسد لیس لہ شاھد من النقل والعقل وما کان احد من القرون السابقۃ یفعل ذلک [۱]

یعنی "پس اگر مقلد کو ایسی حدیث مل جائے کہ اس کی صحت بھی اس مقلد کے نزدیک یقینی ہو مگر اس پہ بھی وہ (مقلد) اس حدیث کو قبول نہ کرے، اس وجہ سے کہ جس تقلید کو اس نے خود ہی اختیار کر رکھا ہے وہ اس حدیث کے خلاف ہے تو ایسا عقیدہ فاسد اور ایسا قول مردود ہے کیونکہ نہ نقل سے اس کا ثبوت ملتا ہے نہ عقل سے، نہ قرونِ سابقہ نے ایسا کیا"

پھر صفحہ ۲۷ پر لکھا، نیز "عقد الجید" میں فرماتے ہیں :-

فان بلغنا حدیث من رسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل علی خلاف مذھبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۸۵

لرب العٰلمین [1]

"یعنی پھر جب ہمیں رسولِ معصوم (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) کی حدیث جس کی اطاعت ہم پر واجب ہے، سندِ صحیح کے ساتھ مل جائے مگر اسے امام کے شعار کے خلاف ہونے کی وجہ سے چھوڑ بیٹھیں تو پھر بتائیے کہ (رسولِ معصوم کی) حدیث ترک کرنے کی صورت میں ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا اور اس ظلم کا جواب ہم قیامت کے دن رب العالمین کو کیا دیں گے؟"

اسی عنوان تقلید کو "تفہیماتِ الٰہیہ" میں یوں رقم فرمایا:-

اصول الشرع اثنان اٰیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ لا یزید علیہما و بالجملۃ فالرأی فی الدین تحریف و فی القضاء حسنۃ۔

"شریعتِ (اسلام) کے دو اصول ہیں:

۱۔ آیاتِ محکمہ

۲۔ سنّت

ان دونوں کے سوا کوئی اور شئے دین میں مسلّم نہیں، ان غیر مسلمہ امور میں رائے (قیاس) دین میں تحریف ہے اور قضا میں مستحسن۔"

پھر اخیر صفحہ ۲۸ پر لکھا اور یہی ترکِ تقلید اور اتباعِ سنت کی تاکید آپ کے وصایا سے مستفاد ہے:-

"-------- و در فروع پیروی علماءِ محدثین کہ جامع باشند میانِ فقہ و حدیث کردن و دائماً تفریعاتِ فقہیہ را بر کتاب و سنت عرض

---

[1] عقد الجید، ص ۴۰

نمودن آنچہ موافق باشد در حیزِ قبول آوردن و الّا کالائے بد بریشِ خاوند زدن" لہ

(المقالۃ الوضیہ فی النصیحۃ والوصیہ)

پھر لکھا کہ جناب شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ان جوابوں کو کہاں تک نقل کیا جائے، آپ کی تمام تصانیفِ مہمہ کا ایک ایک ورق ان سے مزین ہے، پس اہلِ علم و اصحابِ دانش کے لئے یہی کافی ہے۔

مزید طمانیت کے لئے دو حوالے اور نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) "وخود را مقلدِ محض بودن ہرگز راست نمی آید و کارے نمی کشاید اکثر مفاسدِ دو عالم از ہمیں جہت ناشی شدہ" ؎۲ (ازالۃ الخفار، ص ۲۵۷)

اس سے زیادہ اور تبرا عن التقلید کیا ہو سکتا ہے،

(۲) جمعیکہ سرمایہ علم ایشاں "شرح وقایہ و ہدایہ" باشد کجا ادراک سرِ ایں توانند کرد" ؎۳ (ازالۃ الخفار، ص ۸۴)

قاعدہ کی بات ہے کہ جو شخص کسی عقیدہ اور خیال میں ایسا پختہ ہو کہ ایک ہاتھ میں اس کے آفتاب اور دوسرے میں ماہتاب آسمان سے اتار کر دے دیں جب بھی وہ اپنے عقیدہ سے باز نہ رہے، ایسا پختہ شخص اس عقیدہ کی تبلیغ کر سکتا ہے اور لوگوں پر اس کا اثر بھی ہوگا کہ ع

آنچہ از دل خیزد بر دل ریزد

لہ (ترجمہ) فروع میں فقہ و حدیث کے جامع علماء محدثین کی پیروی کرنا اور ہمیشہ فقہی جزئیات کو کتاب و سنت پر پیش کرنا اور جو اس کے موافق ہو اسے قبول کرنا اور مخالف کو اس کے قائل کے حوالہ کر دینا۔

؎۲ (ترجمہ) اور اپنے آپ کو محض مقلد بنائے رکھنا ہرگز درست نہیں اور اس سے کوئی کام نہیں بنتا کیونکہ دونوں جہانوں کے اکثر مفاسد اسی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

؎۳ (ترجمہ) وہ لوگ کہ جن کا سرمایہ علم صرف شرح وقایہ اور ہدایہ ہی ہو وہ اس حقیقت کا ادراک کیسے کر سکتے ہیں۔

لیکن جو شخص باوجود دعوائے حقیقت اتنا ضعیف العقیدہ ہو جس کے نمونے ان کی مصنفات[1] سے بحوالہ صفحہ گزرے، وہ دوسرے کو کیا تبلیغ کرے گا اور اگر بالفرض کرے سنے بھی تو اس کا اثر

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ کی بعض مصنفات سے چند حوالوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان کی حقیقت مشہور محقق حکیم محمود احمد برکاتی کی زبانی سنیے (یاد رہے کہ حکیم صاحب کی ان تحقیقات کو دیوبندی مکتب فکر کے عالم، ولی اللٰہی خاندان کے فرو شہیر حکیم انیس احمد صدیقی نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے :-

"میرے خیال میں کراچی یونیورسٹی، سندھ یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی یا پنجاب یونیورسٹی کو چاہیئے کہ مؤلف کی اس عظیم محققانہ تالیفِ منیف کی بنا پر تاریخِ اسلام میں ڈاکٹر (پی ، ایچ . ڈی) کی ڈگری عطا کرے، اس طرح اس تحقیقِ انیق کا مناسب طریقہ پر اعتراف ہوگا۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان، ص ۲۳)

حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں :-

"مکمل رسائل و کتب تصنیف کر کے شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دینے کے علاوہ ایک ہلاکت خیز حرکت یہ کی گئی کہ شاہ صاحب کی تالیف میں جا و بیجا ترمیم و اضافہ اور تحریف بھی کر دی گئی۔"

(شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ، مطبوعہ لاہور بار اول ۱۹۷۶ء ص ۵۵، ۵۶)

(البلاغ المبین، تحفۃ الموحدین، اشارہ مستمرہ اور قولِ سدید کا تذکرہ کر کے لکھا) :-

"مندرجہ رسائل میں اہل السنت والجماعت کے نظریات سے متضاد نظریات اور وہ متشددانہ افکار پیش کیے گئے ہیں جن کو یہ حضرات "تمسک بالکتاب والسنہ" کا نام دیتے ہیں اور جو "کتاب توحید" کی بازگشت ہیں، اسطرح شاہ صاحب سے احناف کو جن کی برصغیر میں اکثریت ہے، بدظن اور دور کرنے کی کوشش کی گئی۔" (ایضاً ص ۵۵)

"فقہی مسائل میں اعتدال و توسط اختیار کرنے کے جرم میں احناف نے ان سے برأت کی

(باقی آئندہ صفحہ پر)

سامعین پر کیا پڑے گا اس لئے میری بے لوث رائے میں ایسے شخص کو مجددوں کی صف میں شمار کرنا سوائے خوش اعتقادی کے اور کچھ نہیں ہے "پیرِ من خس است واعتقادِ من بس است" کا کوئی جواب نہیں۔

تیرہویں صدی کے مجدّد

البتہ مجددِ مائۃِ ثالث عشر ان (مولانا شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ) کے فرزندِ دلبند و شاگردِ رشید و مُرید و مستفید و خلیفہ و جانشین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب (متولد ۱۱۵۹ھ، متوفی ۱۲۳۹ھ) ہیں اس لئے کہ مجدد کی صفات ان میں پائی جاتی ہیں، اس لئے کہ بارہویں صدی کے آخر میں صاحبِ علم و فضل و زہد و تقویٰ، مشہورِ دیار و اطراف تھے اور تیرہویں صدی کے آغاز میں ان کا طوطی ہندوستان میں بولتا تھا اور ساری عمر دینی خدمت درس و تدریس، افتاء و تصنیف، وعظ و پند، حمایت دین و نکایتِ مفسدین میں صرفِ اوقات فرماتے رہے، جزاہ اللہ عن

عنوز محسوس کی مگر اہلِ حدیث نے ان کے افکار میں کمی محسوس کر کے خود رسائل تصنیف کئے، ان کے نام منسوب کر دئے، اپنی باتیں ان کی زبان سے کہلوائیں اور احناف کے ان کو مزید بدظن اور دور تر کر دیا۔" (ایضاً، ص ۷۹)

حکیم صاحب نے اہلِ تشیع اور مرزائیوں کی طرف سے بھی اپنی مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کرنے کی سازش کا پردہ چاک کیا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں بے دریغ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہ صاحب کی طرف منسوب ان تحریف شدہ کتابوں سے استناد درست نہیں، اس بنا پہ ایک عام آدمی کے لئے شاہ صاحب کی دیگر تصنیفات بھی محلِ نظر ٹھہرتی ہیں۔

فاضلِ بہار نے اس حقیقت کو طویل حوالوں سے واضح کیا ہے کہ ایسی تحریف شدہ کتابوں سے تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہیں پا سکتا۔ (فقیر قادری)

الاسلام والمسلمین خیر الجزاء۔

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کی علمی خدمات

حمایتِ دینی کے جملہ کاموں سے قطع نظر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی ایک کتاب "تحفۂ اثنا عشریہ" وہ کتاب ہے کہ روزِ تصنیف سے اس وقت تک کوئی کتاب اس شان کی نہ لکھی گئی اور یہ اسی طرح یقین ہے کہ یہ کتاب اپنے رنگ کی سب سے پہلی تصنیف ہے کہ اس سے قبل شاید کوئی کتاب اس جامعیت کی نہ لکھی گئی، میں نے زبانی اجلۂ ثقات[1] سے سنا، از آں جملہ حضرت مولانا محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی فرماتے تھے کہ جب اسمٰعیل دہلوی نے تقویت الایمان[2] لکھی اور سارے جہان کو مشرک بنانا شروع کیا، اُس وقت حضرت شاہ صاحب آنکھوں سے معذور ہو چکے تھے اور بہت ضعیف بھی تھے، افسوس کے ساتھ فرمایا کہ:-

"میں تو بالکل ضعیف ہو گیا ہوں آنکھوں سے بھی معذور ہو گیا ہوں ورنہ اس کتاب اور اس عقیدۂ فاسدہ کا رد بھی تحفۂ اثنا عشریہ کی طرح لکھتا کہ لوگ دیکھتے۔"[3]

---

[1] مستند علماء۔

[2] کتاب کا اصل نام تقو۔۔۔یمان ہے مگر شدید اختلافی مسائل اور صریح کفری عبارات کی بنا پر علمائے کرام اسے "تفویت الایمان" کہتے ہیں، یعنی ایمان کو زائل کرنے والی کتاب۔

[3] پروفیسر ایوب قادری اپنے ایک مقالہ میں تحریر کرتے ہیں:-

"اودھ میں بڑے بڑے معقولین پیدا ہوئے، آخری دور میں مولانا فضلِ حق خیرآبادی اس فلسفے کے سالارِ اعظم تھے، انہوں نے اپنے والد مولانا فضل امام کے علاوہ خاندان ولی اللٰہی سے بھی استفادہ کیا تھا مگر وہ شاہ اسمٰعیل اور شاہ اسحٰق دہلوی کے بعض افکار

(بقیہ آئندہ صفحہ پر)

یہ دلیل ان کے "مجددِ مائۃ ثالث عشر" ہونے کی کھلی ہوئی ہے، کہ حمایتِ دین میں عزیز قریب کسی کا بھی پاس نہ کیا جائے۔

بلادِ اسلامیہ میں شاہ عبدالعزیز کے علوم و معارف کی شہرت عام

پھر جو شخص شاہ صاحب کی سوانح عمری دیکھے گا، جانے گا کہ بے شک وہ "تیرہویں صدی کے مجدد" تھے، پندرہ سال کی عمر میں کتبِ درسیہ عقلیہ و نقلیہ سے فارغ ہوکر کامل ۶۵ سال حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین میں صرف فرمائے اور ۸۰ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

درس و تدریس میں معقولات کے علاوہ فقہ و متعلقاتِ فقہ کا تو التزام تھا مگر خاص چیز درسِ حدیث اور فتویٰ نویسی تھی جس کی شہرت ہندوستان سے باہر روم، شام، مکہ معظمہ، مدینہ طیبہ، بیت المقدس وغیرہ تک پہنچی ہوئی تھی، قسطنطنیہ سے ملا رشیدی

خیالات سے شدید اختلاف رکھتے تھے اور قدیم روش پر سختی سے قائم تھے، مولانا محبوب علی دہلوی (تلمیذ شاہ عبدالعزیز دہلوی) بھی ان کے ہم خیال تھے، ان حضرات نے شاہ اسمٰعیل کے افکار و خیالات کی سختی سے تردید کی، علمائے بریلی و بدایوں اس سلسلے میں ان کے معین و مددگار اور ہمنوا تھے۔"

(اردو نامہ، کراچی، شمارہ نمبر ۵۱، دسمبر ۱۹۷۵ء، ص ۵۵، بعنوان "اردو میں سیاسی ادب")

برصغیر میں وہابیت کے معلم اول اسمٰعیل دہلوی کے اعتزالی اور انحرافی اعتقادات کا رد کرنے والوں میں علامہ منورالدین دہلوی (ابوالکلام آزاد کے پرنانا)، شاہ فضلِ رسول بدایونی، علامہ مخصوص اللہ محدث دہلوی (شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بھتیجے)، علامہ محمد موسیٰ دہلوی (شاہ رفیع الدین دہلوی کے صاحبزادے)، علامہ خیرالدین (ابوالکلام آزاد کے والد)، مولانا نقی علی خاں (امام احمد رضا کے والد)، حکیم صادق علیخاں (مسیح الملک حکیم اجمل خاں کے جد امجد) اور کئی دوسرے جلیل القدر علماء سرِ فہرست ہیں، رحمہم اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

مدنی نے آپ کو ایک خط لکھا تھا جس کی چند سطریں ملاحظہ ہوں :۔

"شاہ صاحب! آپ کا کچھ ایسا اثر بلادِ اسلامیہ میں ہو رہا ہے کہ جب کوئی فتوے دیا جاتا ہے اور علماء اُس پر اپنی مہریں کرتے ہیں تو ہر شخص فتویٰ میں آپ کی مہر تلاش کرتا ہے اور وہ فتوے جس پر آپ کی مہر ثبت نہ ہو، زیادہ وقعت کی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ آپ یہاں تشریف لے آئیں تو ہم لوگوں کے لئے بڑے فخر کی بات ہے اور سلطان ٹرکی بھی آپ کی بڑی عزت کریں گے۔" [1]

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے چند مقتدر تلامذہ

اسی طرح آپ کے درس و تدریس کا شہرہ ہندوستان سے باہر تک پھیلا ہوا تھا، آپ کی درسی خوبیاں آپ کے نامور شاگردوں کے نام ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں، بطورِ نمونہ یکے از ہزارے یہ ہیں :۔

- مولانا شاہ رفیع الدین صاحب (آپ کے برادرِ خورد)
- شاہ محمد اسحٰق (د)

---

[1] سلطنتِ ترکی کے حکمران خلفاء، علماء و مشائخ کے نہایت قدر دان تھے، مقاماتِ مقدسہ اور مآثرِ متبرکہ کی حفاظت کے علاوہ بڑے متدین ہوتے تھے، علماء کرام و مشائخ عظام بھی ان سے محبت کرتے اور مخلصانہ دعاؤں سے ان کو نوازتے چنانچہ ترکی سلاطین کا ذکر امام احمد رضا بریلوی یوں کرتے ہیں :۔

"ترکی سلاطینِ اسلام پر جتنیں ہوں وہ خود اہلِ سنت تھے اور ہیں۔"

(دوام العیش فی الائمۃ من القریش، بار اول مطبوعہ ۱۳۴۱ھ بریلی، ص ۶۳)

۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید خاں جب تختِ ترکیہ سے معزول کئے گئے تو حضرت قبلہ عالم (پیر سید مہر علی شاہ قدس سرہ) نے بہت رنج اور افسوس کا اظہار فرمایا تھا۔ (مہرِ منیر، ص ۲۶۹)

- شاہ محمد یعقوب (حضرت کے نواسے)
- مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی
- حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی
- مولانا شاہ مخصوص اللہ صاحب (آپ کے برادر زادے)
- حضرت مولانا فضلِ حق صاحب خیرآبادی
- حضرت مولانا حسن علی صاحب لکھنوی
- حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب قادری برکاتی بدایونی کانپوری (مصنف رسالہ اشباع الکلام فی المولد والقیام) استاد حضرت مولانا شاہ محمد عادل صاحب کانپوری وشمس العلما رمولانا محمد سعید صاحب حسرت عظیم آبادی
- حضرت مولانا شاہ محمد فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی
- بیہقیِ وقت مولانا قاضی ثنار اللہ صاحب پانی پتی
- حضرت ملحق الاصاغر بالا کابر وارث العلم والمجد والفضل، کابرا عن کابر مولانا سیدنا سید شاہ آل رسول صاحب احمدی مارہروی، پیر و مرشد اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا محمد احمد رضا خاں صاحب فاضلِ بریلوی
- حضرت مولانا شاہ ابوسعید صاحب (نبیرۂ خواجہ معصوم بن حضرتِ مجددِ الف ثانی)
- حضرت مولانا شاہ احمد سعید صاحب مجددی
- حضرت مولانا شاہ ظہور الحق صاحب قادری پھلواروی، بانی خانقاہِ عمادیہ، منگل تالاب، پٹنہ سٹی
- مولانا شاہ عبد الغنی صاحب ابوالعلائی منعمی

(رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

درس و تدریس کے علاوہ وعظ و

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کا رشد و ہدایت میں شغف

پند کا سلسلہ بھی زوروں پر تھا، ہر جمعہ و سہ شنبہ کو پرانے مدرسہ کوچہ چیلاں میں وعظ بیان فرماتے وعظ میں عام اجازت تھی کہ اثنائے تقریر میں اگر کسی کو شک و شبہ رہے تو بعد ختم وعظ دریافت کر کے تشفی کرے، معترضین تُل کر آتے اور منہ کی کھا کر واپس جاتے، وعظ و تذکیر کا شغف اس درجہ تھا کہ اخیر وقت میں بھی نہ چھوٹا، مرض الموت میں خود سے اُٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہ تھی، اُس وقت فرمایا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو اور دو آدمی میرے مونڈھے پکڑے ہو' لیکن جب بیان کرنا شروع کر دوں تو دونوں شخص مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں چنانچہ آپ کے ارشاد کی فوراً تعمیل ہوئی اور آپ نہایت اطمینان سے وعظ فرماتے رہے' گو لب و لہجہ سے ناتوانی اور کمزوری کے آثار نمایاں تھے لیکن استقلال ویسا ہی رنگ جمائے ہوئے تھا۔

وعظ ختم کرنے کے بعد آپ نے خدائے ذوالجلال کے دربار میں ہاتھ اٹھائے اور اپنے اور تمام مسلمانوں کے لئے خشوع و خضوع کے ساتھ دعا کی۔ اس کے بعد آپ نے معرفتِ الٰہی میں عربی و فارسی کے چند اشعار ایسے دردناک لہجے میں پڑھے کہ سننے والوں کے اجسام میں سنسنی پیدا ہو گئی اور بدن پر رونگٹے کھڑے ہو گئے [1]

پھر بروز یکشنبہ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ وفات پائی اور قبرستان مہندیاں عقب جیل خانہ میں (جو اب مولویوں کا قبرستان کہلاتا ہے) اپنے والدِ بزرگوار کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رحمہ اللہ تعالے، آمین

---

[1] حیاتِ ولی، ص ۳۴۳

چودھویں صدی کے مجدّد

اور چودھویں صدی کے مجدد، مجددِ مائۃِ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ اعلیٰحضرت عظیم البرکت صاحبِ تصانیفِ قاہرہ و تالیفاتِ باہرہ، جنابِ مستطاب معلّی القاب مولانا مولوی حاجی حافظ قاری **محمد احمد رضا خاں** صاحب قادری برکاتی بریلوی، متعنا اللہ ببرکاتہ وحشرنا یوم القیامۃ تحت رایاتہ ہیں، اس لئے کہ حضورِ پُرنور کی ولادتِ باسعادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ اور انتقالِ پُرملال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ ہے، تو تیرہویں صدی کے آپ نے ۲۸ سال دو مہینے ۲۰ دن پائے اور علوم و فنون، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، وعظ و تقریر میں مشہورِ دیار و امصار و اوانی و اقاصی ہوئے اور چودھویں صدی کے ۳۹ سال ایک مہینہ ۲۵ دن پائے جس میں حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین، احقاقِ حق و ازہاقِ باطل، اعانتِ سنت و اہانتِ بدعت میں جان و مال، علم و فضل صرف فرمایا اور جس طرح بنا ہمیشہ شرع و مذہب کی نصرت اور مخالفینِ دینِ متین کا رد و طرد کیا اور اس میں کبھی نہ لومۃ لائم کی پروا کی اور نہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت کا خیال آڑے آیا، نہ کبھی شہرت و مدح کی پروا کی، نہ کسی کے طعن و قدح کے خیال سے حق کہنے میں کوتاہی فرمائی، یہ رباعی بالکل حسبِ حال فرمائی ؎

نہ مرا نوش ز تحسیں، نہ مرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کُنجِ خمولی کہ نہ گنجد در وے
جز من و چند کتابے و دوات و قلمے

خداداد ذہن و حافظہ بھی ایسا ملا تھا کہ تیرہ سال دس ماہ کی عمر میں مروجہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل فرمائی، میرے سامنے اس وقت مشاہیر و اکابرِ علماء کی سوانحِ عمریاں ہیں

مگر اس وصف میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں۔

اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ ذکی ہوتے ہیں اُن کا حافظہ اچھا نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی ہوا تو وہ شوقین اور محنتی نہیں ہوتے، پڑھنے میں جی نہیں لگاتے بلکہ جان چراتے ہیں لیکن یہاں یہ سب خوبیاں بطورِ خرقِ عادت جمع تھیں، یہ محض عطیۂ الٰہی و موہبتِ رسالت پناہی ہے، جل و علا و صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

امام احمد رضا قدس سرہٗ کا علمی مقام

عموماً علمائے کرام فارغ التحصیل ہونے کے بعد تصنیف و تالیف کے میدان میں قدم رکھتے ہیں اور اعلیٰ حضرت نے طالب علمی ہی کے زمانے میں تصنیف فرمانا شروع کر دیا تھا جس کا مفصل بیان تصنیفات کے ذکر میں[1] ہے، جس دن فارغ التحصیل ہوئے اُسی دن سے فتوے لکھنا شروع کر دیا تھا، پہلا فتوےٰ جو لکھا، ایسا صحیح و درست مکمل و مدلل کہ والدِ ماجد صاحب عش عش کر گئے اور یہ سلسلہ تیرہ سال دس مہینے کی عمر سے یومِ وصال ۱۳۴۰ھ پورے چوّن سال تک جاری رہا، افسوس کہ ابتداءً برسوں فتاوےٰ کی نقل کا سلسلہ نہ رہا اور بعد کو بھی اکثر فتاوےٰ کی نقل نہ لی جا سکی پھر بھی جو نقل ہو سکا بڑی تقطیع $\frac{20 \times 26}{8}$ پر بارہ جلدوں میں ہے جس کی ہر جلد نو سو اور

---

[1] تصنیفات کا تذکرہ "حیاتِ اعلیٰ حضرت" حصہ اول مطبوعہ کراچی میں نہیں، غالباً ان حصوں میں ان کا تذکرہ ہے جو ہنوز اشاعت پذیر نہ ہو سکے البتہ فاضلِ بہار کی دوسری تالیف "المجمل المعدد لتالیفات المجدد" (مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور) میں ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء تک کی امام احمد رضا بریلوی کی ساڑھے تین سو سے زائد تصانیف کا ذکر موجود ہے اور یہ فہرست خود مصنف کے دعوے کے مطابق قطعی نا مکمل ہے۔

ہزار صفحے کے درمیان ہے، رسائل و مستقل تصنیفات چھ سو سے بالا ہیں جو پچاس فنون پر مشتمل ہیں [1]

آج ہمارے سامنے علماءِ متقدمین و متاخرین کے فتاوے موجود ہیں مگر اس وصف میں بھی اعلیٰحضرت اپنی نظیر آپ ہیں، اتنا مفصل و مدلل و ضخیم فتاوے کسی کا دیکھنے میں کیا سننے میں بھی نہیں آیا، تصنیفات بھی اس قدر کثیر و عزیز امام جلال الدین سیوطی، مجدد مائۂ عاشرہ کے بعد کسی عالم کی دیکھی نہ سنی گئیں۔ اگلے علماء محرر المذہب امام محمد شمس الائمہ سرخسی صاحبِ مبسوط، علامہ بیہقی، علامہ ذہبی، علامہ ابنِ حجر عسقلانی، امام بدرالدین محمود عینی صاحبِ عمدۃ القاری شرح بخاری، قدست اسرارہم اکو نہیں کہہ سکتا ورنہ دیگر علماء کی تصنیفات کو اعلیٰ حضرت کی تصانیفِ کثیرہ سے کوئی نسبت نہیں۔

امام احمد رضا، مرجع العلماء

آپ نے درس تدریس بھی کسی مدرسہ میں مدرس ہو کر یا اپنا ہی مدرسہ قائم کر کے نہیں کی لیکن ایک زمانہ میں مرجع طلباء رہے، دور دور سے طلباء آ کر مستفید ہوتے رہے، سہارنپور اور دیوبند کا مدرسہ اپنی طولانی عمر و قدامت کی وجہ سے بہت مشہور تھا لیکن وہاں کے چند طلباء

---

[1] جدید تحقیق کے مطابق چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے جو پچاس سے زائد علوم و فنون پر مشتمل ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: (۱) تذکرہ علمائے ہند (۲) قاموس الکتب اردو (مطبوعہ کراچی) (۳) سوانح اعلیٰحضرت از بدرالدین احمد (۴) المجمل المعدد لتالیفات المجدد از ظفرالدین بہاری (۵) فاضلِ بریلوی علماءِ حجاز کی نظر میں از پروفیسر محمد مسعود احمد (۶) اردو انسائیکلوپیڈیا، جلد ۱۰، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی (۷) ماہنامہ المیزان، بمبئی، امام احمد رضا نمبر۔

(جلال الدین قادری عفی عنہ)

دیوبند اور گنگوہ چھوڑ کر درس حدیث و فقہ کے لیے بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے تو یہاں کے طلباء کو سخت تعجب ہوا اور ان لوگوں نے آنے والے طلباء سے پوچھا کہ :-

" طلباء کو شتہ خیرا[1] کا مرض ہوتا ہے، ایک جگہ پڑھ رہے ہیں وہاں سے پڑھنا چھوڑ کر دوسری جگہ چل دیئے، وہاں سے تیسری جگہ، لیکن یہ عموماً ایسی جگہ ہوتی ہے کہ دوسری جگہ وہاں کی تعریف ہوتی ہو، آپ لوگ دیوبند اور گنگوہ سے بریلی کس طرح پہنچے اس لئے کہ وہابی مدرسوں میں اس کی تو توقع ہی نہیں کہ کسی اہلِ سنت عالم کی تعریف کریں اور وہ بھی اعلیٰ حضرت جیسے رادِّ وہابیہ[2] کی!"

ان لوگوں نے کہا کہ :-

" ٹھیک ہے کہ وہاں مولانا کی مدح و ثنا نہیں ہوتی مگر ایک بات کہنے پر وہ بھی مجبور ہوتے تھے[3] جب کوئی تذکرہ نکلتا تو اخیر میں ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا تھا کہ قلم کا بادشاہ ہے، جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر نہ کسی موافق کو اضافہ کی ضرورت رہتی ہے اور نہ مخالف کو انکار کی، یہی صفت ہماری کشش کا باعث ہوئی جو دیوبند و گنگوہ کو چھوڑ کر بریلی پہنچے۔"

۱۲۸۶ھ سے ۱۳۴۰ھ تک چوّن ۵۴ سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں، کتنے ہزار

---

[1] وہاں بہتر ہوگی، اس جگہ زیادہ فائدہ ہوگا۔

[2] وہابی عقائد کی تردید کرنے والا۔

[3] امام احمد رضا بریلوی کے مخالف آج بھی آپ کے علمی وقار، تصلبِ دینی، تبلیغ و اشاعتِ دین اور عشقِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ماننے پر مجبور ہیں، ملاحظہ ہو بیانات یوم رضا، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا، لاہور ۱۹۷۱ء

طلبا آپ کے علوم کی روشنی سے فیضیاب ہوئے، کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اُن کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم وفیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر لکھو کھا تک پہنچا ہے، ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم۔

وعظ کی ہمہ گیری وعظ و پند کا طریقہ ابتدائی زمانہ میں تو بہت زور وں پر رہا۔ شہر میں کوئی محلہ بلکہ سنّیوں کا کوئی مکان ایسا نہ ہوگا جو حضور کے پند و نصائح سے محروم رہا ہو، اگرچہ اخیر زمانہ میں جبکہ تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کثیر کرنی پڑی، اس سلسلہ میں کمی ہوگئی، پھر بھی ہر سال چار جلسے وعظ کے مستقل طریقے پر سالِ وصال تک قائم رہے۔

دو جلسے میلاد شریف کے، اپنے مکان پر ۱۲ ربیع الاول کو روز و شب میں، یہ جلسہ اتنا بڑا اور اس قدر مرجع الخلائق تھا کہ اس جلسہ کی شرکت اور اعلیٰ حضرت کے وعظ سے بہرہ یاب، فیضیاب ہونے کے لئے پورا شہر ٹوٹ پڑتا اور اس تاریخ میں کوئی بڑی مجلس میلاد شریف شہر میں نہیں ہوتی تھی۔ تیسرا جلسۂ وعظ ماہِ شعبان میں طلبا مدرسہ منظر اسلام کی دستار بندی کے موقع پر اور چوتھا جلسۂ وعظ اپنے پیر و مرشد سیدنا شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس کے موقع پر ۱۸ ماہ ذوالحجۃ الحرام کو، ان دونوں وعظوں[1] سے نہ صرف اہلِ شہر ہی بہرہ یاب ہوتے بلکہ اطراف واکنافِ ہند سے روسا، علما، مشاہیر، شائقین جلسۂ دستار بندی و عرس کی شرکت کے لئے

---

[1] یعنی مدرسہ منظر اسلام کے فارغ التحصیل طلبا کی دستار بندی اور بقیۃ السلف حجۃ الخلف سید شاہ آلِ رسول احمدی مارہروی کے عرس کے موقع پر وعظ۔

آتے اور وعظ سے فیضیاب ہوتے۔

حق وصداقت کا کوہِ بلند

حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین معاندینِ دین متین میں اعلیٰ حضرت نے پوری عمر، تن من دھن، دولت سب کچھ صرف کر دیا، جس کو عرب و عجم کے مسلمان سب جانتے ہیں، آپ نے حق واضح کرنے میں جو دین وملت کا فریضہ ادا کیا وہ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت کے مجددِ مائۃِ حاضرہ[1] ہونے کا بیّن ثبوت ہے، اگرچہ بعض مخالفین اصل حقیقت تک نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب عمر بھر سب کا رد کرتے رہے جس سے ان کی مقبولیت کو بڑا صدمہ پہنچا ورنہ وہ جس قابلیت اور جامعیت کے عالم تھے، سارا زمانہ ان کی قدمبوسی کرتا اور پیشوا مانتا، یہ اسی خیال کے لگ بھگ ہے جو مشرکینِ عرب، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا نہ کہیں، تو ہم سب لوگ آپ کو اپنا سردار ماننے کو تیار ہیں اور ہر شخص اپنی دولت آمدنی سے ایک حصہ آپ کی نذر کر دے گا جس کی وجہ سے سب سے زیادہ آپ مالدار ہو جائیں گے لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا بلکہ انکو ٹھکرا دیا، اللہ تعالےٰ نے ان کو مجدّدِ مائۃ حاضرہ، حمایتِ دین و نکایتِ مفسدین کے لئے بنایا تھا، نہ اس لئے کہ اس سے ذاتی فائدہ اٹھائیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس قدر تحریر و تقریر، رسائل و اشتہارات کا فائدہ کیا ہوا؟ یہ جان بوجھ کر ٹھیک نصف النہار کے وقت آفتابِ عالمتاب کا انکار کرنا ہے،

حدیث شریف میں ہے:

" اللہ تعالےٰ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت کرے تو روئے

---

[1] موجودہ صدی کا مجدد، چونکہ مؤلف نے چودھویں صدی میں مضمون لکھا اس لئے اس سے مراد ہے" چودھویں صدی کے مجدد"

زمین کی حکومت سے بہتر ہے ۔"

اور یہاں تو ہزاروں کیا لاکھوں اشخاص نے ان کی تقریرات تحریرات سے فائدہ اٹھایا گمراہ دیندار ہوئے، مذبذب مستقیم ہوئے، سنّی صحیح العقیدہ راسخ الاعتقاد ہوئے کہ بدمذہبیت کا جھونکا کیا، آندھی بھی انہیں اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی، وہ ہشت دھات کی طرح اپنے عقیدوں پر پختہ اور ثابت قدم ہیں، نماز کی پنج وقتہ دعا اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین[۱] ان کے حق میں بالکل مقبول ہوئی، ہر شخص جادۂ مستقیم پر قائم اور ہر قسم کی بدمذہبی اور بدمذہبیوں سے علیحدہ ہے۔ دعائے قنوت میں روزانہ خداوند عزوجل کے سامنے جو کہتے ہیں و نخلع ونترك من یفجرك[۲] اس میں پورے اترے، والحمد للہ علیٰ ذٰلك۔

حقیقتِ تبلیغ

انبیاء کرام جو خاص تبلیغ وارشادِ خلائق ہی کے لئے مبعوث ہوتے ہیں، جن کو ارشاد ہوتا ہے بلغ ما انزل الیك[۳] ان کے متعلق بھی یہ کام نہیں کیا گیا ہے کہ جو احکامِ الٰہی آپ ان تک پہنچائیں، ان کو ان کا مصداق بنا دیں، عامل کر دیں بلکہ صاف فرما دیا گیا انما علیٰ رسولنا البلٰغ المبین[۴] (سورۂ مائدہ) وما علی الرسول الا البلاغ المبین[۵] (سورۂ نور وعنکبوت)

---

[۱] ہمیں سیدھے راستہ پر چلا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام ہوا نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

[۲] اے اللہ! ہم اس سے دور ہوتے ہیں اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں جو تیری نافرمانی کرتا ہے۔

[۳] جو آپ پر اترا اس کی تبلیغ کیجئے۔

[۴] ہمارے رسولوں پر تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

[۵] رسول کے ذمہ صرف واضح طور پر احکام کا پہنچا دینا ہے۔

عمل) خود انہوں نے بھی کھول کر فرما دیا: وما علینا الا البلغ المبین[۱] (سورہ یٰسین)
آخر نہیں دیکھتے کہ سیدنا نوح علیہ السلام کی اتنی طویل مدتِ تبلیغ فلبث فیھم الف سنۃ
الا خمسین عاما[۲] ساڑھے نو سو برس کی تبلیغ و ہدایت کا نتیجہ خود فرماتے ہیں
رب انی دعوت قومی لیلا و نہارا ہ فلم یزدھم دعائی الا
فرارا " میرے رب میں نے اپنی قوم کو رات دن حق کی طرف بلایا لیکن میری اس دعوت
سے ان کا فرار اور زیادہ ہوا " یہاں تک کہ تنگ آکر بارگاہِ الٰہی میں التجا کرنی پڑی:

رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا ہ
"خداوندا! روئے زمین پر کسی کافر کا ایک گھر بھی باقی نہ چھوڑ"

چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی، آسمان سے پانی برسا، زمین سے پانی اُبلا، کشتی پر جو گنتی کے
چند نفوس مسلمان تھے، ان کے سوا کوئی نہ بچا، اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسولہ[۳]

سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق حدیث شریف میں ہے کہ جب اُنہیں
اور ان کے بھائی حضرتِ ہارون علیہما السلام کو حکم ہوا کہ اذھبا الی فرعون انہ
طغیٰ" تم دونوں فرعون کی طرف جاؤ کہ اس کو ہدایت کرو کہ اس نے سرکشی کی" یہ دونوں
حکمِ الٰہی کی تعمیل میں چلے تو وحی ہوئی، مگر اے موسیٰ! وہ ایمان نہ لائے گا، انہوں نے
عرض کیا کہ" خداوندا! پھر ہمارے جانے اور حیران ہونے کا کیا فائدہ؟" ارشاد ہوا
" تمہیں تبلیغ کا اجر ملے اور اس پر حجتِ الٰہی قائم ہو" قیامت کے دن یہ تو نہ کہہ سکے۔

---

[۱] ہمارے ذمہ تو صرف احکام پہنچا دینا ہے۔
[۲] پس وہ ان میں ساڑھے نو سو برس (تبلیغ کرتے) رہے۔
[۳] میں اللہ اور اس کے رسول کے غضب سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔

ما جاءنا من بشیر و لا نذیر" ہمارے پاس کوئی مبلغ احکام الٰہی سنا کر خوشخبری دینے والا اور منہیات بتا کر ڈر سنانے والا نہ آیا۔"

خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرمایا گیا ان الذین کفروا سواء علیہم أأنذرتہم ام لم تنذرہم لا یومنون" بیشک جس کی قسمت میں کفر ہے ان پر برابر ہے کہ انہیں آپ ڈر سنائیے یا نہ ڈر سنائیے وہ ایمان لانے کے نہیں" اس جگہ بھی سواء علیہم فرمایا یعنی "ڈر سنانا اور نہ سنانا اُن کے لئے برابر ہے"، یہ نہیں فرمایا سواء علیک ءانذرتہم ام لم تنذرھم یعنی ڈر سنانا اور نہ سنانا آپ کے لئے برابر ہے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو تو تبلیغ کا ثواب بہر حال ملے گا، وہ بدبخت مانیں یا نہ مانیں، اسی لئے اللہ عزوجل نے انبیاء کرام کا ذمہ ہلکا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انک لا تہدی من احببت و لکن اللہ یہدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم ۰

" بیشک آپ ایصال الی المطلوب[1] نہیں کر سکتے جس کو دوست رکھیں لیکن اللہ جس کو چاہے سیدھے راستہ تک پہنچا دے۔" (صدق اللہ ورسولہ)

پھر کسی عالم کے ذمہ کیونکر یہ کام ہو سکتا ہے کہ مخالف کو گمراہی سے نکال کر سیدھے راہ پر لا کر کھڑا کر دے کہ وہ تو بہر حال انبیاء کے نائب ہی ہیں، پھر اعلیٰ حضرت کے کارنامہ کو دیکھتے ہیں تو بلا شبہہ کہنا پڑتا ہے کہ سو میں سو نہیں تو اسّی نوّے فیصدی کامیابی

---

[1] ہدایت کے مفہوم میں دو امور داخل ہیں :-

(۱) راستہ دکھانا،

(۲) منزلِ مطلوب تک پہنچا دینا۔ پہلے مفہوم کو ارادۃ الطریق اور دوسرے کو ایصال الی المطلوب کہتے ہیں۔

ہوئی، بڑے سے بڑے مخالف ان کے مقابلہ میں ہمیشہ صامت و ساکت رہے بلکہ اکثر کو تو اقرار کرنا پڑا کہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بھی ٹھیک فرماتے ہیں مگر مصلحتِ وقت کا تقاضا یہ ہے، حالانکہ دین و ایمان کا تقاضا بلا خوفِ لومۃ لائم حق گوئی، حق طلبی، حق جوئی ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

چودھویں صدی کے مجدّد کی تصدیق کرنیوالے چند مقتدر علماء کے اسمائے گرامی

اب رہی یہ بات کہ آپ کے زمانہ کے علماء و مشاہیر نے آپ کے علوم سے انتفاع دیکھ کر آپ کو **مجدّد** مانا تو یہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اگر اُن تمام حضرات کے صرف نام ہی لکھے جائیں جنہوں نے آپ کو مجدد مانا تو اس کے لئے ایک دفتر درکار ہو

ع مگر دفترے دیگر انشا کنم

اس لئے صرف چند اشہر مشاہیر علماءِ اہلِ سنت کے نامِ نامی پر اکتفار کرتا ہوں :۔

۱: حضرت قدوۃ الواصلین زبدۃ العارفین مولانا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب وارث سجادہ قادریہ برکاتیہ خانقاہِ کلاں، مارہرہ شریف۔

۲۔ حضرت زبدۃ السالکین مرجع الطالبین سیدنا شاہ ابوالقاسم عرف شاہ جی میاں صاحب سجادہ نشین خانقاہ صادقیہ برکاتیہ، مارہرہ شریف۔

۳۔ حضرت عارف باللہ مقبولِ بارگاہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب، سجادہ نشین خانقاہ کلاں، مارہرہ شریف۔

۴۔ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری برکاتی معینی سجادہ نشین خانقاہ قادریہ معینیہ، بدایوں شریف۔

۵۔ حضرت مطیع الرسول مولانا شاہ عبدالمقتدر صاحب قادری معینی، سجادہ نشین

خانقاہ معینیہ قادریہ، بدایوں، جنہوں نے ۱۳۱۸ھ کے جلسۂ پٹنہ میں وعظ[1] کہا اور اس میں حضور پُر نور مدظلہم الاقدس کو ان الفاظ سے یاد کیا :

"جناب عالمِ اہلِ سنت مجدد مائۃِ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب"

یہ وعظ جب ہی "دربارِ حق و ہدایت" میں طبع ہو گیا تھا[2]

۶۔ واعظِ خوش بیاں، شیریں زباں، شہید فی نصرۃ الدین حضرت مولانا شاہ عبدالقیوم صاحب قادری بدایونی۔

۷۔ حضرت اسد الاسد الاشد الارشد مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدث سورتی، پیلی بھیتی۔

---

[1] ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء میں ندوہ کا جلسہ پٹنہ میں ہوا، قاضی عبدالوحید رئیس پٹنہ نے بھی اسی سال مصلحین ندوۂ علماء اہلِ سنت کا جلسہ منعقد کیا، کثیر علماءِ اہلِ سنت کے بیان ہوئے۔ اسی جلسہ میں امام اہلِ سنت مولانا احمد رضا خاں قدس سرہ نے ندوہ کے غیر اسلامی افعال پر شدید گرفت فرمائی، اس تاریخی جلسہ میں آپ نے خطاب فرماتے ہوئے آیات و احادیث اور تفسیر و تاریخ سے "دو قومی نظریہ" پر زبردست دلائل قائم فرمائے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو :-

(۱) حیاتِ اعلیٰ حضرت، ج ۱، ص ۱۲۷

(۲) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ مکتبہ رضویہ گجرات، ۱۹۷۸ء، ص ۱۹

[2] اسی جلسہ پٹنہ میں ندوہ کے غیر اسلامی اقوال و حرکات پر گرفت کرتے ہوئے چودھویں صدی کے مجدد اور دیگر علماءِ اہلِ سنت نے جو وعظ فرمائے وہ "دربارِ حق و ہدایت" میں شائع ہو چکے ہیں، امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا وعظ حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، کراچی میں دوبارہ چھپ چکا ہے، وعظ کا عنوان ہے :

" بیان ہدایت نشان مجدد مائۃِ حاضرہ مؤیدِ ملتِ طاہرہ امامِ علماءِ اہلِ سنت حضرت مولانا حاجی محمد احمد رضا خاں صاحب سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی دام فیضہ القوی "

۸۔ حامی سنت جناب مولانا مولوی حکیم خلیل الرحمٰن خاں صاحب ، پیلی بھیتی۔

۹۔ حضرت سلطان الواعظین مولانا مولوی شاہ عبدالاحد صاحب قادری ، پیلی بھیتی۔

۱۰۔ حضرت ضیاء الاسلام والحق والدین مولانا ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب قادری ضیائی ، پیلی بھیتی۔

۱۱۔ حضرت مولانا سراج الدین ابوالذکا ، شاہ محمد سلامت اللہ صاحب اعظمی ، رامپوری۔

۱۲۔ حضرت مولانا شاہ ظہور الحسین صاحب فاروقی ، رامپوری۔

۱۳۔ حضرت شیر بیشۂ اہل سنت ابوالوقت مولانا شاہ ہدایت رسول صاحب لکھنوی ، رامپوری۔

۱۴۔ حضرت عبدالاسلام جناب مولانا شاہ عبدالسلام صاحب قادری جبل پوری۔

۱۵۔ حضرت حامیٔ دین وملت مولانا شاہ محمد بشیر صاحب قادری جبلپوری۔

۱۶۔ حضرت مولانا برہان الحق شاہ محمد عبدالباقی صاحب ، جبلپوری۔

۱۷۔ حضرت حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت جناب حاجی منشی محمد لعل خاں صاحب قادری مدراسی۔

۱۸۔ حضرت استاذِ زمن ماحیٔ فتن مولانا شاہ احمد حسن صاحب کانپوری۔

۱۹۔ حضرت استاذی مولانا مولوی شاہ عبید اللہ صاحب الہ آبادی کانپوری۔

۲۰۔ حضرت مولانا مولوی شاہ حبیب الرحمٰن صاحب کانپوری۔

۲۱۔ جناب حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت مولانا شاہ مشتاق احمد صاحب کانپوری۔

۲۲۔ جناب مولانا مولوی پیر قاضی عبدالغفار صاحب بنگلوری۔

۲۳۔ عمدۃ الواعظین شبیہ غوثِ پاک حضرت سید شاہ علی حسین صاحب کچھوچھہ شریف۔

۲۴۔ جامع علوم عقلی ، نقلی واعظِ شیریں بیاں مولانا سید احمد اشرف صاحب کچھوچھہ شریف

۲۵۔ عمدۃ المتکلمین حامی دینِ متین مولانا محمد فاخر صاحب بیخود الہ آبادی۔

۲۶۔ حضرت مولانا مولوی شاہ عمر الدین صاحب قادری ہزاروی۔

۲۷۔ جنابِ مستطاب مولانا مولوی قاضی عبد الوحید صاحب، رئیس عظیم آباد،

جنہوں نے مجلسِ علماء اہلِ سنت، پٹنہ منعقدہ ۱۳۱۸ھ میں پُر زور قصیدہ پڑھا اور اس میں علماء کرام حاضرین جلسہ کی تعریف و توصیف کی [1] اس میں اعلیٰحضرت کے متعلق لکھا ہے

وعالم اہلِ سنت مصطفانا

مجدد عصرہ الفرد الفرید [2]

جس کو سیکڑوں علماء کرام نے سنا اور بخوشی قبول کیا اور کسی نے انکار نہ کیا تو گویا اس لقب پر اجماعِ اہلِ سنت وجماعت کا ہوا، اس وجہ سے اعلیٰ حضرت کے نام باہر سے جتنے خطوط آیا کرتے جن کی تعداد مجموعی سیکڑوں نہیں، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں تک پہنچتی ہے، ان سب میں اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنت، مجددِ مائۃِ حاضرہ، مؤیدِ ملتِ طاہرہ، یہ چار صفتیں ضرور ہوا کرتیں۔

حرمین طیبین اور دیگر علماء بلادِ اسلامیہ کی طرف سے آپ کے مجدد ہونے پر اتفاق

اور یہ کچھ علماء ہندوستان [3] ہی پر موقوف نہیں، علماء حرمین شریفین و دیگر ممالکِ اسلامیہ

---

[1] قاضی محمد عبد الوحید رئیس پٹنہ کا قصیدہ جس میں موجود کثیر علماء اہلسنت کا نام لیکر ان کی تعریف و توصیف کی گئی، رسالہ "آمال الابرار و آلام الاشرار" میں چھپ چکا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حیاتِ اعلیٰحضرت، ج ۱، ص ۹۶، ۱۱۳

[2] اور یہ اہل سنت کے برگزیدہ عالم ہیں، اپنے زمانہ کے مجدد ہیں (طریقت میں) فرد ہیں اور (شریعت میں) یکتا و بے مثل ہیں۔

[3] یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اعلیٰحضرت کے مسلک کی اشاعت نہ صرف حرمین بلکہ تمام ارضِ مقدس میں ہو رہی ہے جس کا اقرار بعض مخالفین کو بھی ہے چنانچہ حسین احمد مدنی (صدر مدرس دار العلوم دیوبند) ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ "اہلِ عرب میں خصوصاً اور اہلِ ہند میں عموماً اس طائفہ کی اشاعت ہوتی ہے" (شہاب ثاقب، ص ۱۴۲)

نے حضور پُرنور کو اسی لقب سے یاد فرمایا ہے، تقریظات حسام الحرمین والدولۃ المکیہ و اخبار البیان دمشق وغیرہ ملاحظہ ہوں۔

حضرت غیظ المنافقین و فوز الموافقین حامی السنۃ و اہلہا، ماحی البدعۃ و جہلہا، زینۃ الزمان و حسنۃ الاوان، منشد خطب الکرم، محافظ کتب الحرم، العلامۃ الجلیل والفہامۃ النبیل حضرت مولانا السید اسمٰعیل خلیل ادامہم اللہ بالعز والتبجیل اپنی تقریظ حسام الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"--------- واحمد اللہ تعالیٰ علی ان قیض ھٰذا العالم العامل والفاضل الکامل صاحب المناقب والمفاخر مظھر "کم ترک الاول للآخر" فرید الدھر وحید العصر مولانا الشیخ احمد رضاخان سلمہ اللہ الرب المنان لابطال حججھم الداحضۃ بالآیٰت والاحادیث القاطعۃ کیف لا وقد شھد لہ عالمو مکۃ بذلک ولم یکن بالمحل الارفع لما وقع منھم ذلک بل اقول لو قیل فی حقہ

انّہ مجدّد ھٰذا القرن

لکان حقا وصدقا

ولیس علی اللہ بمستنکر
ان یجمع العالم فی واحد

فجزاه الله خير جزاء عن الدين و اهله
و منحه الفضل و الرضوان بمنه و كرمه
.........ـه

(ترجمہ) .... اور میں اللہ عز وجل کی حمد بجالاتا ہوں کہ اس نے اس عالمِ باعمل کو مقرر فرمایا جو فاضل کامل ہے. منقبتوں اور فخروں والا، اس مثل کا مظہر کہ "اگلے پچھلوں کے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے"۔ یکتائے زمانہ اپنے وقت کا یگانہ، مولانا حضرت **احمد رضا خاں**. اللہ بڑے احسان والا پروردگار اُسے سلامت رکھے، ان (فتاوے میں مذکورین، دین میں فساد برپا کرنے والوں) کی بے ثبات حجتوں کو آیتوں اور قطعی حدیثوں سے باطل کرنے کے لئے، اور وہ کیونکر ایسا نہ ہو کہ علماء مکہ اُس کے لئے اُس فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں، اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اُس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر اُس کے حق میں یہ کہا جائے کہ :

وہ اس صدی کا مجدد ہے

تو البتہ حق و صحیح ہو ـه

ـه حسام الحرمین علیٰ منحر الکفر والمین، مطبوعہ مکتبہ نبویہ، لاہور، ص ۵۱، ۵۲ - دبدبۂ سکندری، رامپور، جلد ۸۶، شمارہ ۲۵، مطبوعہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں تقریظ کی عربی عبارت کو یہ کہہ کر ترک کیا ہے " مسودہ میں اصل عبارت عربی ہے مگر ہم صرف ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں (مدیر)"

خدا سے کچھ اس کا اچنبا نہ جان

کہ اک شخص میں جمع ہو سب جہان

تو اللہ تعالےٰ اُسے دین اور اہلِ دین کی طرف سے سب میں بہتر جزا عطا کرے اور اُسے اپنے احسان اپنے کرم سے اپنا فضل اور اپنی رضا بخشے ---------"

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا

محمد و آلہٖ

اجمعین

نذرانۂ عقیدت

بحضور اعلیحضرت مولانا امام شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

نتیجۂ فکر: جناب غیاث قریشی، نیو کاسل (انگلینڈ)

عشقِ رسول و نعت کے قبلہ نما ہیں آپ
گویا نشانِ منزلِ اہلِ وفا ہیں آپ

راضی کیا خدا کو رضائے حبیب سے
کتنے عظیم نعت گو احمد رضا ہیں آپ

خوشبو گلوں میں جس طرح شبنم میں تازگی
دل میں حضور اس طرح جلوہ نما ہیں آپ

بنجر زمیں میں جس نے کھلائے خوشی کے گل
اس گلشنِ حجاز کی بادِ صبا ہیں آپ

تنہا درِ حبیب پہ پہنچوں گا کس طرح؟
کہتا ہے دل نہ ڈر کہ مرے رہنما ہیں آپ

کشتی بھنور میں آج گھری ہے تو کیا ہوا
ہوگی ضرور پار، مرے ناخدا ہیں آپ

غیاث بھی ہے مدعیٔ عشقِ رسول کا
کہہ دوں گا روزِ حشر کہ میرے گواہ ہیں آپ